(مجدد الف ثانی قدس سرہ) سے ملاقات کے بعد جو یہ فرمایا کہ "ہم عالمِ ارواح سے ہیں اور ہماری ارواح کو اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے قدرت عطا فرمانے سے اجساد کے کام واقع ہوتے ہیں اور قطبِ مدار کے اہم معاملات ہماری طرف رجوع رکھتے ہیں" اس تطبیق سے بے نیاز ہے کیونکہ جب یہ (دونوں) حضرات اہم معاملات و خدمات میں مستقل ہیں اور ان کی روح نے جسم کا حکم اختیار کر لیا ہے تو پھر ہم اس بنا پر جو کہ پوشیدہ نہیں ہے دوسرے بہت سے خضر کس لئے ثابت کریں فہذا صلح عن تراضی الخصمین [پس یہ دو جھگڑنے والوں کی رضامندی کی صلح ہے]

دیگر آپ نے ارواح کے مشاہدہ کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ "صورت کے بغیر ہے یا صورتوں کے ساتھ ہے الخ" آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ ۳۵۳
عالمِ مثال میں ہر چیز کی ایک صورت کائن (موجود) ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں، یہ دید (مشاہدہ) وہم و خیال سے باہر ہے کیونکہ عالمِ مثال عالمِ شہادت کی طرح موجودات میں سے ہے یا ارواح اجسام کے ساتھ متجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں محذور (جس سے بچا جائے) نہیں ہے اور کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے خود لکھا ہے اور یہ معنی اور نیز سابقہ معانی فقراء کی جماعت میں کثیر الوقوع ہیں اور کلام کرنا، دیکھنا اور آوازوں کا سننا جیسا کہ روایتوں سے مفہوم ہوتا ہے ثابت ہے اور روحانی ملاقات کی قسم سے ہے، یا سابقہ دونوں طریقوں کی قسم سے ہے اور واقعات میں آلات کی ضرورت نہ ہونے کو ماننے کی صورت میں بعض کے لئے صورتوں کا واسطہ بنانا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ معانی اور باطنی احوال بھی مثالی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ قریب الفہم ہو جائیں۔

میرے مخدوم! ارواح اور برزخِ صغریٰ کا معاملہ بہت نازک ہے اس بارے میں ظن و تخمین (اندازے) کے ساتھ جرأت نہیں کر سکتے، جو کچھ نصوص سے ثابت ہو چکا ہے اس پر مجمل ایمان لانا چاہیئے اور اس کی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے علم کے حوالہ کرنا چاہیئے کیونکہ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا [اور تم کو صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے] نصِ قاطع ہے ہم قبر کی فراخی و آسانی اور عذاب و سزا پر ایمان لائیں اور اس کی تفصیلات میں مشغول نہ ہوں کیونکہ ہم اس پر مامور نہیں ہیں اور اسی طرح اموات (مُردوں) کا آپس میں کلام کرنا (روایتوں میں) آیا ہے اور قبر کے عذاب میں مُردوں کا چیخنا اور چلانا وارد ہوا ہے کہ جس کو ثقلین (انسانوں اور جنوں) کے سوا ہر وہ چیز جو مشرق و مغرب کے درمیان ہے سنتی ہے (اس کو) مان لینا چاہیئے یا تو روحِ مجرد چیختی ہے کہ ثقلین (انسان و جن) کے سوا سب سنتے ہیں یا جسدی آلہ

(جسمانی اعضا) کے واسطہ سے کہ جس نے ایک طرح کی حیات پائی ہے جنبش ہے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "اگر وہ (ارواح) آلہ کی محتاج ہوں تو وہ عالم حدوث کو ابھی تک اپنے ساتھ رکھتی ہوں گی"۔ میرے مخدوم! ممکن سے حدوث کا داغ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہرگز زائل ہونے والا نہیں ہے۔ ؎

سیہ روئی ز ممکن در دو عالم جدا ہرگز نہ شد واللہ اعلم

[ممکن سے اس کی روسیاہی دونوں جہان میں ہرگز جدا ہونے والی نہیں ہے واللہ اعلم] ممکن اگرچہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہٗ کا قرب پیدا کر لے اور کمال کے درجات حاصل کر لے اپنی روحانیت و جسمانیت کے ساتھ جس عالم میں بھی ہو ممکن و حادث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام مذاہب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور انھوں نے اس کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ حق جل و علا کے ماسوا کے قدیم ہونے کا خیال ہرگز نہ کریں اگرچہ کاملین کی ارواح ہی ہوں اور بنیاد دین میں خلل نہ ڈالیں۔ آخرت کی نجات علماء کے فتووں سے وابستہ ہے جو کشف کہ علماء کے فیصلے کے برخلاف ہو وہ اعتبار سے ساقط ہے، سیر و سلوک سے مقصود نفس کے
۳۵۲ پوشیدہ عیوب پر اطلاع ہونا اور احکام شرعیہ کے بجا لانے میں آسانی کا حاصل ہونا اور شرکِ خفی کی باریکیوں کا زائل ہونا ہے جو کہ اطمینانِ نفس کے ساتھ وابستہ ہے، دوسرے امور عمدہ کاموں میں سے ہیں جو کہ بحث سے خارج ہیں۔

آپ نے عدم اور فنا کے درمیان فرق کے بارے میں دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! یہ سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طالب بیچارہ اپنے آپ کو عدم کے وجود کے ساتھ فانی حقیقی سمجھتا اور کامل جانتا ہے مشکل ہے کہ وہ اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے، اس وقت میں ایسا کامل و مکمل پیر (میسر) ہونا چاہئے جو کہ جذبہ و سلوک دونوں طریقوں سے پرورش یافتہ ہو تاکہ اس بیچارہ کو اس گرداب سے نکالے اور اس کے نقصان پر آگاہ کرے اور فنائے حقیقی کی طرف رہنمائی فرمائے۔ اس فقیر نے اس تفرقہ کو کسی مکتوب میں لکھا ہے اور شاید (وہ) برادرم مولانا محمد صدیق کے پاس ہوگا جو کہ تمہارے شاہزادہ کی سرکار سے متعلق ہے اگر میسر آجائے تو (امید ہے کہ) مطالعہ کریں گے۔

عدم وہ فنا ہے جو اس جذبہ کی جہت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ساتھ سلوک ملا ہوا نہیں ہے اس وقت میں وہ اپنے آپ کو اور اپنی صفات کو نہیں پاتا اور گم کر دیتا ہے۔ وجودِ عدم سے مراد وہ بقا ہے جو کہ اس فنا و عدم پر جہتِ مذکورہ (جذبہ بے سلوک کی جہت) میں مرتب ہوتی ہے اور فنا سے مراد مطلوب کی ہستی کا عارف پر اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ عارف اپنے اوصاف و اخلاق کو مطلوب کے اوصاف و اخلاق کا پرتو پاتا ہے، اس حد تک کہ سب کو اس بارگاہِ قدس کے بالکل حوالہ کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سب سے خالی پاتا ہے پس پہلی صورت (یعنی عدم) میں اوصاف کا استتار (چھپ جانا) ہے جو کہ فنا کرنے والا نہیں ہے اور دوسری

صورت (فنا) میں (اوصاف کا) ازالہ (زائل کرنا) ہے جو کہ فنا کرنے والا ہے۔ عنایتِ ازلی کے بغیر دشوار ہے
کہ سالک اس فرق کی طرف ہدایت پا سکے اور استتار کو ازالہ سے جُدا کرے۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے "جو فرق
کہ ان میں کیا جا سکتا ہے افاقہ کے بعد ہے کہ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اور فنا (عائد) نہیں ہے"
میرے مخدوم! عدم میں حِس سے غیبت (احساس نہ رہنا) درکار نہیں ہے جو وہ افاقہ کے بعد وجودِ بشری کی
طرف واپس آئے، لوگ کئی کئی سال عدم اور وجودِ عدم میں گذارتے ہیں اور اس فنا و بقا کے ساتھ مشیخت (پیری)
کی گدی پر (متمکن) رہتے ہیں۔ اور یہ جو آپ نے کہا ہے کہ وجودِ عدم وجودِ بشریت کی طرف عود کرتا ہے اس معنی
میں ہے کہ وجودِ فنا والے سالک کے بخلاف وجودِ عدم والا سالک اس عود سے محفوظ نہیں ہے۔ اور نیز صاحبِ
عدم کو وجودِ بشریت اور وجودِ موہوب میں فرق کرنا دشوار ہے اور اکثر دفعہ وجودِ بشریت کو وجودِ حق جانتا ہے اور
اپنے اوصاف کو اس کے اوصاف سمجھتا ہے اور یہ معنی فنائے حقیقی حاصل ہوئے بغیر مرتبہ کمال سے راہ میں (پیچھے) ہیں۔

۳۵۵ آپ نے مریدوں کے احوال لکھے تھے اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کریں، مریدین آپ کے آئینے
ہیں آپ کے ہی معانی ہیں جو کہ ان میں ظاہر (ہو رہے) ہیں، اُن کے ساتھ اچھی طرح مشغول ہوں اور توجہات
کریں اور ان کی ترقیات کے لئے دعا کرتے رہیں اور آدابِ شرع و آدابِ سلف اور اپنے بزرگوں کے طریقوں میں
سے جو کچھ مناسب جانیں ان کے ساتھ برتیں اور وعظ و نصیحت کے طریقہ کو ترک نہ کریں اور آداب کی تعلیم
دیں کہ کشادگی اس کے ساتھ وابستہ ہے، کوئی ایک بے ادب بھی خدا تک نہیں پہنچا ہے اور جب آپ
واقعات کی تعبیر اور حال کی وضاحت اور نسبت عطا کرنے کے لئے اچھی طرح متوجہ ہوں گے تو امید ہے کہ
بتدریج یہ امور حاصل ہو جائیں گے ۔

تو کار بگفت کارداں کن خود کار بگویدت کہ آں کن

[تو کام جاننے والے (تجربہ کار) کے کہنے کے مطابق کام کر، کام تجھ کو خود کہے گا کہ ایسا کر]

آپ نے لکھا تھا کہ "قرآن مجید کی تلاوت ان دنوں میں اچھی لگتی ہے" میرے مخدوم! یہ معنی اور نماز
کی حالت دونوں انجام کار (تکمیل) کی بشارت دینے والی ہیں۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [آپ کہہ دیجئے طٰہٰ ۱۱۴
اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما] چاہئے کہ اپنے اوقات کو ان تین چیزوں سے آباد رکھیں: قرآن مجید کی تلاوت
طویل قیام و خشوع و خضوع کے ساتھ نماز، اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا تکرار، اس کلمہ طیبہ کے لئے معین ورد مقرر کر لیں
تو اچھا ہے کہ رات اور دن میں اس تعداد تک پہنچائیں۔

آپ نے اوراد و وظائف طلب کئے ہیں، فقیر نے احادیث کی معتبر کتابوں سے اچھی طرح تلاش کر کے
پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اوراد و وظائف کو جمع کیا ہے لیکن ابھی تک مسودات صاف کر کے

نہیں لکھے گئے ہیں کئی سال ہوگئے کہ مسودات ہی پڑے ہیں اُن کو صاف کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اگر ہو سکا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس میں سے کچھ حصہ لکھ کر بھیج دے گا (فی الحال) اگر حدیث کی کتابوں مثلاً مشکوٰۃ و حصن حصین سے کچھ وظائف انتخاب کر کے عمل میں لائیں تو مستحسن ہے، فقیر ان دنوں میں طالبوں اور ان کے احوال میں مطلقاً مشغول نہیں ہو سکتا معلوم نہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ اس بات کی آرزو لگی ہوئی ہے کہ گوشہ میں بیٹھ جائے، شرعی ضرورت کے بغیر کسی شخص کے ساتھ ملاقات کی راہ و رسم نہ ہو۔
رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا (اے ہمارے رب! ہم کو اپنے پاس سے رحمت (پ ۱۵ ع ۱۵)
عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے ہدایت کا سامان مہیا فرما) دوستوں سے سلامتیِ خاتمہ کی دعا کی امید رکھی جاتی ہے والسلام علیکم و علیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اخوانہ من الانبیاء والملائکۃ والصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العُلیٰ۔

مکتوب ۱۸۳

اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں میں سب سے کم درجہ فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی اللہ تعالیٰ عن زلاتہ کے نام بعض دقیق اسرار کے ذکر اور اُن شبہات کے حل میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی
۳۵۷ بعض تحقیقات پر وارد ہوتے ہیں۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، بعض اعلیٰ درجہ کے اسرار اور واضح تحقیقات تحریر کرتا ہے اچھی طرح سُنیں، سب سے آخری چیز جو کہ ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ
الاقدس نے لکھی ہے وہ مکتوب ہے جو کہ جلد ثالث کے آخری دو مکتوبات سے پہلے ان کے متصل ہی مولانا (ج ۳ م ۱۲۲)
حسن دہلوی کے نام ہے اور اس مکتوب میں تعین وجودی کے اوپر تعین حُبی کو ثابت کیا ہے اور اس سے ترقی کا انکار فرمایا ہے۔ دن کے وقت ان بلند معارف کے لکھنے میں مشغول رہے ہیں اور رات کے وقت حضرت عالی (قدس سرہ) کو بخار لاحق ہو گیا کہ اس بخار کے چھٹے روز آپ رحلت فرما گئے حضرت عالی کے رحلت فرمانے کے بعد وہ تحریر معرض ظہور میں آئی اور مخلصین اس کے مطالعہ کے شرف سے مشرف ہوئے اور انھوں نے اس کی نقلیں کر لیں۔ ان بلند معارف کو تحریر کرنے کے بعد مرض موت کی شدتوں میں بھی بہت سے معارف و اسرار بیان کئے اور وصیتیں فرمائیں منجملہ ان اسرار کے ایک یہ تھا کہ جس رات کی صبح کو آپ رحلت فرمائیں گے یا اس سے ایک رات پہلے جبکہ حضرت مخدومی[1] بیمار بچو سلمہ ربہ

[1] مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید خازن الرحمۃ قدس سرہ العزیز۔

بھی اس وقت میں حاضر تھے اور مرض کا غلبہ تھا اور ضعف کمال درجہ پر تھا، آپ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ
بندہ نے اپنی گود میں اُس پیشوائے اکابر کو بٹھایا چنانچہ حضرت عالی کا مبارک وزن اس ذرۂ بیمقدار پر تھا
اُس وزن سے میں امید رکھتا ہوں کہ اس خاکسار کی زندگی میں بہت خوشگوار پھل لائیگا اور پوشیدہ رکھنے
کے لائق نہایت بلند اسرار اس دلفگار پر وارد کرے گا۔ قصہ مختصر حضرت عالی (قدس سرہ) نے فرمایا کہ
وصال لایزال کے لئے پکارنے والے نے میرے سر میں ندا دی کہ سلطان تجھ کو طلب کرتا ہے میری بلند
پرواز ہمت کے مرغ نے بارگاہِ قدس کا رخ کیا حتیٰ کہ پہنچا جہانتک پہنچا، اس عالی مرتبہ بارگاہ سے
ندا سنی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مقام حقیقتِ کعبۂ ربانی ہے میں اس کے
ماوراء کی طرف دوڑا اور عروج کیا حتیٰ کہ صفاتِ حقیقیہ کے مقام تک جو کہ وجودِ زائد کے ساتھ موجود ہیں
پہنچا، صفات کا یہ مقام صفات کی علمی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں کائن (موجود) ہیں
اور اُن صفات کی صورتوں کے ماوراء ہے جو کہ تعینِ وجودی و تعینِ حُبّی تعالیٰ وتقدس کے مرتبہ میں ہیں
میں اس مقام سے بھی اوپر متوجہ ہوا یہانتک کہ ان صفات کے اصول کے ساتھ واصل ہوا جو کہ شیونِ ذاتیہ
ہیں اور ذات عزشانہ میں مجرد اعتبارات ہیں اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ہمراہ ہو، اس مقام سے
اوپر کی طرف لے گئے اور ذاتِ بحت تک جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے مجرد ہے پہنچایا اور حضرت مخدومی[1]
کو فرمایا کہ تو میری امامت کے تعلق کی وجہ سے اس مقام میں میرے ساتھ ہے کیونکہ اس بیماری کے دنوں
میں حضرت عالی قدس سرہ کی امامت وہی کرتے تھے۔ اور فقیر سے فرما دیا تھا کہ تم مسجد میں دوستوں کے ساتھ ۳۵۷
نماز پڑھا کرو اور (وہاں) امامت کیا کرو۔ یہ بے پروبال تعمیل ارشاد کی غرض سے دوستوں کی جماعت کے ساتھ
مسجد میں نماز پڑھ کر باقی اوقات خدمتِ والا میں موجود رہتا تھا اور روز و شب اسی مکان میں جو کہ محبوب
کی ملاقات کا مقام تھا خدمتِ اقدس میں گذارتا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ اس احقر کو دوسرے راستے سے اصالۃً
اس انتہائی درجہ تک پہنچنے کا اشارہ کیا۔ اسی مجلس میں یا کسی دوسری مجلس میں اسی مرضِ موت میں فرمایا
کہ اس درجۂ کمال کا حصول اور اس بلند مرتبہ کا وصول حق سبحانہ وتعالیٰ کے کلام مجید کے ساتھ قوی تعلق
پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ میں قرآن مجید کے طفیل و توسط سے اس مقام کے ساتھ ممتاز ہوا ہوں کہ
قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک ایسا دریا پاتا ہوں جو کہ کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے
اسی اثنا میں اس بیت کو زبان شریف پر لائے کہ جس کے سنتے ہی حضرت ابو سعید ابوالخیر قدس سرہٗ
دور دراز کے فاصلے سے اس کے کہنے والے کی زیارت کے لئے گئے تھے اور وہ بیت یہ ہے ؎

[1] حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ جو کہ ایام مرض الموت میں حضرت عالیؒ کی امامت کے فرائض انجام دیتے تھے جیسا کہ یہاں مذکور ہے۔

اندر غزلِ خویش نہاں خواہم گشت تا بر لب تو بوسہ زنم چونش بخوانی

[میں اپنی غزل میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تا کہ جب تو اس کو پڑھے تو میں تیرے لب کو بوسہ دوں]

زبان شریف پر لائے (پڑھا) اور بہت لطف اندوز ہوئے، اس کے بعد فرمایا ہمارے حال کے موافق اس طرح کہنا چاہیے ؎

اندر سخنِ دوست نہاں خواہم گشت تا بر لبِ او بوسہ زنم چونش بخواند

[میں دوست کی بات میں پوشیدہ ہو جاؤں گا تا کہ جب وہ اس کو پڑھے تو میں اس کے لب کو بوسہ دوں]

محب کی بات محبوب کے لب پر کہاں پہنچتی ہے جیسا کہ (خود) اس کی بات کو اس کے ساتھ قرب و منزلت ہے اس کی بات سے اس تک پہنچا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی بات سے، کیونکہ اس (محب) کی بات کوتاہ اور راستہ ہی میں رہ جانے والی ہے، یہ حقیر کہتا ہے من عرف اللّٰہ کل لسانہٗ [جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی] اس کے لئے گواہ ہے۔ مصرع

بس سخن کوتاہ باید والسّلام [پس بات مختصر کرنی چاہیے والسلام]

فصل بالخیر: اس مقام میں دو سوال وارد (ہوتے) ہیں: سوال اول یہ کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے اس مکتوب میں جو کہ سب سے آخر میں اس مرض کے متصل لکھا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، لکھا ہے کہ تعینِ اول سے جو کہ تعینِ حبی ہے ترقی واقع نہیں ہے کیونکہ اس کے اوپر لاتعین ہے اس مقام میں قدم رکھنا امکان سے باہر نکلنا اور وجوب کے ساتھ متحقق ہونا ہے جو کہ محال ہے اور یہ عروجات جو کہ واقع ہوئے ہیں سب تعینِ حبی کے اوپر ہیں اس کی کیا وجہ ہوگی۔ **جواب:** ہو سکتا ہے کہ ممنوع قدمی وصول ہو اور یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نظری ہو تو اس صورت میں کوئی منافات نہیں ہے شاید کہ (اس فقیر نے) اس معنی کو حضرت عالی قدس سرہٗ سے اسی مجلس میں استفادہ کیا ہے۔

سوال دوم: یہ کہ حضرت عالی قدس سرہ کی بعض عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حقیقتِ کعبہ شیون و صفات کے اعتبار سے اوپر ہے اور سابقہ عبارت سے اس کے خلاف مفہوم ہوا ہے۔ **جواب** ۳۵۸

جن صفات و شیون سے حقیقتِ کعبہ اوپر ہے اُن سے مراد صفات کی علمی صورتیں ہیں جو کہ تعینِ علمی کے مرتبہ میں ثابت ہیں کیونکہ قوم (اہلِ تصوف) کی اصطلاح میں صفات و شیون سے مراد یہی علمی تفصیلی صورتیں ہیں جیسا کہ اس مرتبہ کے اجمال کو مرتبۂ ذات کہتے ہیں اور اس کی تجلی کو تجلیٔ ذات جانتے ہیں اور نیز ان صفاتِ حضیض (نیچے درجے کی صفات) سے مراد تعینِ وجودی کے مرتبہ کی تفصیل کے حصے ہیں کہ ہمارے حضرت عالی (قدس سرہ) کو اس تعین کے ثابت کرنے کا امتیاز حاصل ہے اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اور ان کے

متبعین قدس اسرارہم کے نزدیک یہ مرتبہ، مرتبۂ لاتعین اور مرتبہ اطلاقِ ذات تعالیٰ ہے کیونکہ تعینِ علمی اجمالی کے اوپر جو کہ ان کے نزدیک تعینِ اول ہے مرتبۂ لاتعین اور وجودِ بحت ہے اور ہمارے نزدیک یہ مرتبہ جو کہ مرتبۂ وجودِ بحت ہے تعین کے ساتھ موصوف ہے اور تعیناتِ صفات بھی اس مرتبہ میں ثابت ہیں کہ منجملہ اُن تعینات کے تعین علمی بھی ہے لیکن چونکہ علم صفات میں سب سے زیادہ جامع ہے (اس لئے) اس مقام میں بھی وجود کی طرح صفات و شیوناتِ ذاتیہ کائن (موجود) ہیں اور اس کے لئے بھی وجود کی طرح دو مرتبے ہیں: مرتبۂ اجمال کہ جس کو دوسرے حضرات تعینِ اول اور حقیقتِ محمدی جانتے ہیں اور مرتبۂ تفصیل۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ تعین علمی جملی صفتِ علم کا تعین اول ہے جو کہ صفات حقیقیہ زائدہ سے ہے نہ کہ حضرتِ ذات تعالیٰ کا تعینِ اول، بلکہ اس کے خاص صفتِ علم کا تعینِ اول ہونے میں بھی کلام ہے کیونکہ اس آخری مکتوب میں انھوں نے تعینِ وجودی کے اوپر تعینِ حُبی کو ثابت کیا ہے کہ اس مقام میں بھی اجمال و تفصیل ہے۔

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، حقیقتِ کعبۂ ربانی جس طرح کہ صورِ علمیہ واحدیت کے اوپر ہے جو کہ قوم کے نزدیک شیون و صفات کا مقام ہے اور اجمالِ علم کے اوپر ہے جو کہ ان کے نزدیک وحدت و تجلی ذات کا مقام ہے اسی طرح تفصیلِ کمالات کے اوپر حضرتِ وجود کا مرتبہ ہے کہ ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہ) کے نزدیک اس کا ہر حصہ حضرتِ ذات کے کمالات میں سے ایک کمال ہے اور اس تعالیٰ شانہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور نیز اجمال کے اوپر حضرتِ وجود ہے جو کہ حضرتِ عالی قدس سرہ کے قولِ قدیم کے مطابق تعینِ اول و حقیقتِ محمدی ہے اور حضرتِ عالیؒ کے آخری قول میں تعینِ اول و حقیقتِ محمدی تعینِ حُبی ہے جو کہ تعینِ وجودی کے اوپر ہے کیونکہ حُب ہی ہے جس نے کہ وجود و ایجاد کے سلسلہ کو حرکت دی ہے چنانچہ فاحببتُ ان اُعرف [میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں] اس کا ایک رمز ہے، اور حقیقتِ کعبۂ ربانی اس تعینِ حُبی سے بھی فوقیت رکھتی ہے اور ان حقائق کی اجمال و تفصیل سے بھی برتر ہے جو کہ بشری و ملکی حقایق کا ۳۵۹ منتہا ہیں اگر یہ کہا جائے کہ کعبہ اگرچہ بیت اللہ ہے لیکن مومن کا قلب بھی بیمعنی الحدیث کے بموجب اس کا حکم رکھتا ہے پس اس کو اس پر فوقیت کس لحاظ سے ہوگی۔ ہم کہتے ہیں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی [اور ۱۶/۶۰ اللہ تعالیٰ کے لئے اعلیٰ مثال ہے]۔ عالمِ مجاز (دنیا) میں بادشاہوں کے لئے اگرچہ بہت سے مکانات اور نشستگاہیں ہیں لیکن گھر (پھر بھی) گھر ہے کہ وہ اغیار کی مزاحمت سے محفوظ ہے اور محبوب کی آرامگاہ ہے دوسری نشستگاہ کو گھر کے ساتھ کیا نسبت اور کونسی برابری ہے۔ یہ بات تو یہاں ختم ہوئی رہیں صفاتِ حقیقیہ زائدہ کہ جن کا ذات تعالیٰ شانہٗ سے انفکاک (جدا ہونا) ہرگز جائز نہیں ہے وہ اگر بیت اللہ سے اوپر ہوں تو

اس کی گنجائش ہے والعلم عند اللہ سبحانہ [اور اللہ سبحانہ ہی کو علم ہے] پس تضاد دور ہو گیا اور اشتباہ جاتا رہا۔

تنبیہ ❀ : سابقہ بیان سے واضح ہو گیا کہ حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ محمدی سے اوپر ہے کیونکہ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ مراتبِ تعینات سے ناشی اور حقیقتِ کعبہ مراتبِ تعینات سے اوپر ہے، رہی یہ بات کہ حقیقتِ قرآن مجید سبحانی حقیقتِ کعبۂ ربانی کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے"۔ رسالہ مبدأ و معاد میں جو کہ ہمارے حضرت عالی قدس سرہٗ کی تصنیفات سے ہے یہ ہے کہ حقیقتِ قرآنی و حقیقتِ کعبۂ ربانی (دونوں) حقیقتِ محمدی سے اوپر ہیں اور حقیقتِ کعبۂ ربانی حقیقتِ قرآنی سے اوپر ہے اور مکتوبات شریفہ جلد ثالث کے ایک مکتوب میں انھوں نے لکھا ہے کہ حقیقتِ قرآنی حقیقتِ کعبہ سے اوپر ہے اور مذکورہ بالا تحریر میں جو کچھ حضرت عالی قدس سرہٗ سے منقول ہوا وہ بھی اسی معنی کی خبر دیتا ہے، ان ہر دو تحقیق کے درمیان جو کچھ تطبیق (میرے) ناقص خیال میں آتی ہے وہ تحقیقِ سابق سے پیدا ہوئی ہے جس کو شیون و صفاتِ واجبی تعالیٰ کے بیان میں مفصل ذکر کیا ہے، کیونکہ قرآن مجید اس سبحانہ و تعالیٰ کی صفت یا شان سے ناشی (ظاہر ہوا) ہے اور شیون و صفات میں دو اعتبار بیان ہوئے، اعتبارِ تعین و اعتبارِ اطلاق و لا تعین؛ پس ان دو اعتبار پر نظر کرتے ہوئے ان دونوں حقیقتوں میں سے ہر ایک کو دوسری پر سبقت کا حکم ہو سکتا ہے ایک حکم ایک اعتبار سے ہوگا اور دوسرا حکم دوسرے اعتبار کے موافق ہوگا پس حقیقت میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ اور جو کچھ کہ جلد ثالث کے سویں مکتوب میں درج ہے کہ "کعبۂ ربانی کا معاملہ ان ہر دو ظہورِ اسمی یعنی ظہورِ قرآنی و ظہورِ محمدی سے بھی عجیب تر ہے کہ وہاں صورتوں اور شکلوں کے لباس کے بغیر حقیقتِ تنزیہی کا ظہور ہے کیونکہ کعبہ جو کہ مخلوق کا مسجود الیہ ہے اس سے مراد پتھر اور ڈھیلے نہیں ہیں اور اسی طرح دیواریں اور چھت (عمارت) نہیں ہے کیونکہ اگر یہ چیزیں نہ بھی ہوں کعبہ تب بھی کعبہ ہی ہے اور مسجود الیہ ہے پس اس ن ۳۶۰
مقام میں ظہور ہے لیکن (اس کی) کوئی صورت نہیں ہے اور یہ نہایت ہی عجیب بات ہے انتہیٰ"۔ یہ عبارت حقیقتِ قرآنی پر اس حقیقت (حقیقتِ کعبہ) کی فوقیت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ معنیٔ تنزیہی یا الوہیت و ربوبیت و وجوب و وجود وغیرہا سے جو کچھ اُس بارگاہ جل سلطانہ میں اعتبار کیا جائے، صفاتِ حقیقیہ سے جو کہ وجودِ خارجی کی بزرگی سے ملی ہوئی ہے نیچے کے درجے میں ہے جیسا کہ جلد ثانی کے مکتوبِ ثالث میں یہ معنی واضح و مشرح بیان کئے ہیں ہاں اس حقیقت کا ظہور صورت کے لباس کے بغیر ہے ظہورِ کلام مجید و ظہورِ محمدی کے برخلاف کہ یہ حرف و آواز اور انسانی صورت کے لباس میں ہے اور یہ عجائب میں سے ہے اور حقیقتِ محمدی چونکہ اسمائے اضافیہ میں سے ہے ناچار ان دونوں حقیقتوں سے نیچے کے درجے میں ہوگی۔

سوال: اس بیان سے لازم آیا کہ کعبہ مکرمہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

افضل ہو۔ جواب، ہم کہتے ہیں کہ یہ ممنوع ہے کیونکہ ایک حقیقت کو دوسری پر فوقیت ہونا پہلی حقیقت والے کی دوسری حقیقت والے پر افضلیت کا موجب نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نیچے کی حقیقت والے کو اوپر کی حقیقت پر عروجات حاصل ہو جائیں اور قرب کے مراتب پیش آئیں اور اوپر کی حقیقت والا اپنی حقیقت کا پابند رہے اور اپنی حقیقت سے عروج (ترقی) نہ کرے اور مراتبِ قرب کی کثرت کہ جس پر فضیلت کا مدار ہے حاصل نہ کرے، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں) کی ولایت خواصِ بشر کی ولایت کے اوپر ہے اور (حالانکہ) ملائکہ کے حقایق سے عروج کے اعتبار سے خواصِ بشر کو فضیلت ہے اور ملائکہ کو اپنے حقایق سے عروج نہیں ہے، وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ [اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک معلوم (معین) مقام ہے] اور اس مسئلہ میں بھی جس کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں یہ معنی ظاہر ہیں۔ اور نیز عالمِ امر عالمِ خلق سے اوپر ہے اور فضیلت عالمِ خلق ہی کو ہے کیونکہ عالمِ خلق کا قرب اصلی ہے اور عالمِ امر کا قرب ظلی ہے، عنصرِ خاک عالمِ خلق و عالمِ امر کے لطائف میں سب سے پست ہے اور اس کی پستی اس کی بلندی کا سبب بن گئی ہے اور جو قرب کہ خاکیوں کو حاصل ہے وہ قدسیوں (ملائکہ) کو نہیں ہے ؎

زمیں زادہ بر آسماں تاختہ زمین و زماں را پس انداختہ

[زمین زادہ (انسان، مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان پر چلے گئے اور زمین و زمان کو پیچھے چھوڑ گئے]۔

فافہم ولا تکن من القاصرین [پس سمجھ لیجئے اور کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیے۔]

اگر یہ کہیں کہ حضرت عالی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے اس مکتوب میں جو کہ شیخ طاہر جونپوری کے نام لکھا ہے اور وہ مکتوب مکتوبات قدسی آیات کی جلدوں میں شامل نہیں ہوا ہے لکھا ہے کہ "حقیقتِ کعبہ سے مراد ذات بیچونِ واجب الوجود جل سلطانہ ہے کہ ظلیت اور ظہور کی گرد بھی اس کو نہیں پہنچی ہے ط۳۶ اور مسجود و معبود ہونے کے لائق ہے"۔ اس عبارت سے اس حقیقت کی صفاتِ حقیقیہ و حقیقتِ قرآنی سے مطلقاً فوقیت لازم آتی ہے جو کہ سابقہ تحقیق کے برخلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً چونکہ قوم کے نزدیک مسلّم ہے کہ مراتبِ تعینات کے اوپر جو کہ ظلال و ظہورات کے مراتب ہیں اطلاق ذات تعالیٰ کا مرتبہ ہے اس بنا پر حضرت عالی (قدس سرہ) نے بھی اس مرتبہ کو ذات بیچوں کے ساتھ تعبیر کیا ہوگا اور اس تحقیق و تفصیل کو کہ (حقیقت کعبہ ربانی) تعین علمی و وجودی و حُبّی کے اوپر ہے اس کے بعد افادہ فرمایا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اُس حقیقت کو اس تعلق کے اعتبار سے جو کہ صاحب بیت کو بیت کے ساتھ (ہوتا) ہے مجازاً ذاتِ بیچون فرمایا ہو گا کیونکہ حقیقت میں مسجود ذات بیچون تعالیٰ ہے اور بیت (گھر) واسطہ ہے اور یہ حقیقت کہ جس کے متعلق یہاں بات کی جا رہی ہے بیت (گھر) کے معنی اس میں ملحوظ ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ ہو سکتا ہے

کہ ذاتِ بیچون سے مراد معبودیت و مسجودیت اور اس کے مانند امور کے اعتبار کے ساتھ مقید ہو نہ کہ ذاتِ مطلق جو کہ نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہو جیسا کہ لفظ "سلطان گھر میں نہیں ہے" جو کہ اس مکتوب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے اس معنی کی خبر دیتا ہے یعنی سلطان کو اس بات سے قطع نظر کر کے کہ وہ گھر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے ڈھونڈنا چاہئے اور ان اعتبارات سے باہر طلب کرنا چاہئے اور صفاتِ حقیقیہ کو اور اسی طرح شیونات کو جو کہ ان صفات کے لئے اصول کی مانند ہیں ذات تعالیٰ کے تمام اعتبارات پر فوقیت ہے کیونکہ ذات مقید باعتبار میں ملحوظ وہی اعتبار ہے نہ کہ ذات جیسا کہ اربابِ معقول نے علمِ شئی بوجہ کے بارے میں کہا ہے کہ معلوم وہی وجہ ہے نہ کہ شئی اور حقیقتِ قرآنی تمام کمالاتِ ذاتیہ کی جامع ہے جو کہ اولاً صفات کے مرتبہ میں بلکہ شانِ کلام کے مرتبہ میں فائض ہوتے ہیں پھر وہاں سے عالم کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور وہ حقیقت (قرآن مجید) اس شان (شانِ کلام) کے توسط سے لفظی صورت اختیار کر کے جلوہ گر ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ "مرتبہ شیونات میں جو کہ اعتبارات کے ساتھ زائد ہونے کے سوا ذات پر زائد نہیں ہیں شانِ کلام اس معنی کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور ذات و شیونات کے مرتبہ میں کمالات سے جو کچھ متحقق تھا تمام شانِ کلام میں فائض ہو گیا اور اس شان (کلام) کی تمام حقیقت کا حاصل (نچوڑ) یہی قرآن ہے، اسی عربی عبارت اور مصاحف میں لکھی ہوئی مقررہ ترتیب کے ساتھ ہے اور بس۔ اور جو کتاب بھی جس نبی پر نازل ہوئی ہے اسی قرآن کے اجزا میں سے ایک جزء ہے کہ اس کی بعض عبارتوں سے بعض وجوہ کے ساتھ مستفاد ہے اور تمام کائنات کی تخلیق ان کے اول سے آخر تک اسی سے مستفاد ہے (آیۃ) اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا اس کو یہ کہنا کافی ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے] اس قول کی تصدیق کرتی ہے وھو سبحانہ اعلم [اور وہی سبحانہٗ و تعالیٰ بہتر جانتا ہے]

کئی سال ہو گئے کہ یہ خدشہ دل میں جاگزیں تھا اور کھٹکتا رہتا تھا اور اس کے حل کے ساتھ جیسا کہ ہونا چاہئے ۳۶۱
ہدایت نہیں پایا تھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ [سب تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے ہم کو اس مقام کی طرف ہدایت کی اور اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے] صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ سبحانہ و برکاتہ علیٰ نبینا و علیٰ جمیع الانبیاء و المرسلین والملائکۃ المقربین و سائر الصالحین اجمعین آمین۔

مکتوب ۱۸۴

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اپنے اعمال کو ناقص دیکھنے اور اُن (مجدد الف ثانی) قدس سرہ العزیز کی نسبت کے انکشاف کے بارے میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ اور ارسال تسلیمات کے بعد نقابت و نجابت دستگاہ کے خادموں کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی نے ان دنوں میں مشرف کیا۔ آپ نے کسر نفسی کے طور پر کچھ چیزیں لکھی تھیں اور ان فقراء سے دعائیں طلب کی تھیں۔ میرے مکرم! یہ فرقت زدہ کسی چیز کے قائل نہیں ہے اور اپنے آپ کو بزرگوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں دے سکتا ہے

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے — وز ہیچ و کم ا ز ہیچ نیاید کارے

[میں ہیچ ہوں اور (بلکہ) ہیچ سے بھی بہت کم ہوں اور ہیچ سے اور جو ہیچ سے بھی کم ہو اس سے کوئی کام نہیں بنتا]

آپ نے لکھا تھا کہ مزار فائض الانوار میں توجہ کریں کہ طالبوں کو شغل بتانا اور حلقہ کرانا پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ اگر پسندیدہ نہ ہو تو میں اس کام کو ترک کر دوں۔ آپ کے فرمان کے مطابق روضۂ منورہ میں جاکر مذکورہ التماس کو آپ کی جانب سے پیش کیا، اس امر عظیم کے ترک کرنے میں حضرت عالی قدس سرہٗ کی مرضی کسی طرح ظاہر نہیں ہوئی اور پورا مبالغہ اس مقصد کے ساتھ مشغول ہونے میں معلوم ہوا، اس اثنا میں آپ کی نسبت کی بلندی اور اس کی موجوں کا تلاطم نظر آیا والعلم عند اللہ سبحانہ [اور صحیح علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم [اور آپ پر اور آپ کے نزدیک والوں پر سلام ہو]

مکتوب ۱۸۵

میر عطاء اللہ کے نام سالک کی عدمیت اور ممکن کی ماہیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ دونوں جہان کے مقاصد کے حصول کے ساتھ سربلند رکھے۔ میرے مخدوم! مطلوب کے لطائف بیان سے بالاتر اور محبوب کے نفائس تحریر سے باہر ہیں جبتک وہ ظاہر نہیں ہے اس کا طالب ظاہر اور اس کی طلب میں بے چین ہے، جب وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو عاشق بیچارہ ہستی کا سامان درمیان سے اٹھا لیتا ہے (یعنی محبوب میں فنا ہو جاتا ہے) کیونکہ ممکن کی ذات عدم ہے جس نے کمالات وجودی کے انعکاس سے عارضی نمود پیدا کر لی ہے اور اس تخیلی نمود کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور ہنرمند خیال کر لیا ہے اور اس بے بنیاد پر طویل بنیاد رکھی ہے اور جب کرم کی سبقت سے کمالات اصل پر تو ڈالتے ہیں [illegible] کی حقیقت کھل جاتی ہے تو انعکاسی کمالات اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور ما تنیں

اہلِ امانات کے سپرد ہو جاتی ہیں اور عارف صحرائے عدم کی طرف رُخ کر لیتا ہے اور ہستی موہوم سے نکل جاتا ہے۔ بقائے
اس وقت وہ فنائے حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے ظل بیچارہ کہ مطلوب سے جس کا حصہ استہلاک و اضمحلال کے
سوا اور کچھ نہیں ہے اس کے کمالات سے کیا حاصل کرے اور اس کے حسن و جمال کا کس طرح پتہ لگائے ۔ ؎

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار خرامد ۔۔۔ کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

[میں مانتا ہوں کہ ہمارے غم خانۂ (دل) میں محبوب خوش خرام ہے لیکن اس کے دیدار کا حوصلہ و طاقت کس کو ہے]
حق سبحانہ تعالیٰ نبی کریم اور آپ کی آل کرام علیہ وعلیہم الصلوات والبرکات الیٰ یوم التناد کے طفیل ہم جیسے فرقت زدوں
کو اُن معانی کے ساتھ کچھ ایمان نصیب کرے اور اس چشمہ سے کچھ شربت عنایت فرمائے۔

مکتوب ۱۸۶

میرزا العمان اللہ کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اگرچہ قرب ولایت میں اطمینانِ نفس (کا حصول) ہے لیکن اس کا کمال قُربِ نبوت میں ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدًا للہ سبحانہ ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ حضرتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ
آپ کو کمال و اکمال کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمائے اور نفسِ امارہ کو مطمئنہ بنائے، مطمئنہ ہونے سے پہلے نفس
شریعت کی صورت کے ساتھ متلبس ہے مثال کے طور پر اگر نماز ادا کرتا ہے تو وہ نماز کی صورت ہے اور اگر
روزہ رکھتا ہے تو (وہ) روزہ کی صورت ہے، اور (نفس کے) اطمینان کے بعد شریعت کی حقیقت تک
ترقی کرتا ہے اور ایمان و نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے، کمال درجہ کا
اطمینانِ نفس قُربِ نبوت پر موقوف ہے قربِ ولایت میں بھی اگرچہ ایک قسم کا اطمینان ثابت ہے لیکن
اس کا کمال، کمالاتِ نبوت میں ہے، اہلِ ولایت قربِ ولایت کے اندازے کے مطابق حاصل کرتے ہیں ؎

ہر چند کہ نفس مطمئنہ گردد ۔۔۔ ہر گز زصفاتِ خود نگردد

[اگرچہ نفس مطمئنہ ہو جائے (پھر بھی) وہ اپنی صفات سے ہرگز نہیں پھرتا] قربِ نبوت حاصل ہونے کے بعد اصالۃً
و راثۃً و تبعیۃً بُری اور خراب صفات کا نام و نشان نہیں رہتا اور مخالفت کامل طور پر اور جڑ بنیاد سے اُس
سے اٹھ جاتی ہے اور عالمِ امر کے لطائف کی مانند مطلوب میں فانی اور مستغرق ہو جاتا ہے، مستہلک
(نیست و نابود) سے مخالفت نہیں ہوتی اور فانی سے خلاف ظاہر نہیں ہوتا۔ پس قربِ ولایت میں
اطمینان کے مطابق شریعت کی حقیقت سے حصہ پاتا ہے اور شریعت کی حقیقت کے ساتھ کامل درجہ کا

تحقق کمالاتِ نبوت کے ثمرات سے ہے یہ وہ کمال ہے کہ جس میں تمام انبیاء علیہم السلام والصلوات والبرکات ۳۶۴
شریک ہیں جو خصوصیت کہ انبیائے مرسل اور انبیائے اولوالعزم اور خاتم الرسل علیہم التحیات والصلوات و
التسلیمات کے درمیان ان کے درجات کے فرق کے مطابق ثابت ہے وہ جدا ہے اور شریعت کی صورت
وحقیقت سے ماوراء ہے اگرچہ شریعت اصل اور بنیاد ہے۔

مکتوب ۱۸۷

آغا رشید کے نام اس بارے میں تحریر فرمایا کہ انسان کی پیدائش سے مقصود حق تعالیٰ جل شانہٗ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ فیوض کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا
خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے) ۵۱/۵۶
حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے آدمی کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اور وہ عبادت کہ عابد کا وجود جس کے
درمیان میں اہل اللہ کے نزدیک اعتبار کے دائرہ سے خارج ہے جو عبادت کہ حضرت بے نیاز (تعالیٰ شانہٗ)
کی قبولیت کے لائق ہے وہ ہے کہ عبادت کرنے والا اس کے درمیان میں نہ ہو اور یہ معنی معرفت کو ادا کرنے کے
مترادف ہیں کیونکہ معروف میں فنا ہو جانا معرفت ہے جو کہ ادراک بسیط ہے پس معرفت عبادت کے لئے شرط
ہوئی اور معرفت کے بغیر عبادت صورت پذیر نہیں ہوتی اور جس چیز کے بغیر مطلوب پورا نہیں ہوتا وہ چیز بھی
واجب اور مطلوب ہے پس اللہ تعالیٰ کی معرفت بھی انسان کی پیدائش کا مطلوب ٹھہری اور جو عبادت
کہ معرفت حاصل ہونے سے پہلے ہے معرفتِ مطلوبہ کے وسائل میں سے ہے پس وہ عبادت بھی مطلوب
ہوئی لیکن یہ عبادت سالک کی ہے اور وہ عبادت عارف کی ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ
لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور (ہدایت) پوری فرمادے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر ۶۶/۸
چیز پر قادر ہے۔)

مکتوب ۱۸۸

خواجہ عبدالصمد کابلی کے نام اس بارے میں کہ مرید پیر کے کمالات کا آئینہ ہے اور بعض نصیحتوں کے بیان میں تحریر فرمایا۔

گرامی نامہ پہنچا، آپ نے سلسلے کے دوستوں کی سرگرمی کے بارے میں لکھا تھا کہ بعض حاضر ہو کر نفی
خطرات کی خبر دیتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ کا بے حد حمد و شکر ہے، آپ کے دوست آپ کے آئینے ہیں آپ کے

احوال ہیں جو کہ ان کے آئینے میں منعکس ہوتے ہیں اپنے کام میں دل سے مشغول رہیں، دوستوں کے احوال میں بھی متوجہ رہیں اور اپنے احوال میں بھی مصروف رہیں، ایک دو وقت خلوت کے لئے مقرر کریں، اور کلمۂ طیبہ کے تکرار کے ساتھ بہت زیادہ رغبت رکھیں اور لا کے ساتھ مرادوں اور مقاصد کی نفی کریں اور اپنی ذات سے وجود اور اس کے توابع کا سلب تلاش کریں تاکہ پوری طرح نفی ہو جائے اور ذاتی عدمیت اور فطری فقر ظاہر ہو جائے اور بندگی کی حقیقت اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا کمال جلوہ گر ہو جائے۔

مکتوب ۱۸۹

مخدوم زادۂ عالی قدر شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ ربہ کی خدمت میں اس پاکیزہ کلام کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی (قدس سرہٗ) کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بشارت دی گئی تھی کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت بنا دیا۔ چند سطریں اس عبارتِ عالیہ کی شرح اور مکاشفۂ غیبیہ کے حل میں لکھی جاتی ہیں گوشِ ہوش کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ آپ جان لیں کہ جو کچھ دنیا میں مشہود ہوتا ہے وہ ظلیت کی آمیزش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ دنیا ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کی طاقت نہیں رکھتی اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے اور چونکہ اُن (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے اس لئے جس چیز کا وعدہ آخرت میں ہے (وہ اُن کے لئے) اس دنیا میں جلوہ گر ہو گئی اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے کچھ حصہ حاصل ہو گیا اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس فانی دنیا کے بعض منافع جو کہ آخرت کے درجات کی کمی کا باعث ہیں ان کے حق میں اس طرح سے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ آخرت کی نعمتیں کہ ان کے ساتھ نفع اٹھانا ترقی کا موجب ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ بہشت کے اشجار و انہار اور اسی طرح اس مقام کی حور و غلمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تنزیہی و تحمیدی معانی کے مظاہر ہیں کہ اس دنیا میں وہی معانی حروف کے لباس اور کلمات کی صورتوں میں مثلاً سبحان اللہ اور الحمد للہ میں ظاہر ہوئے ہیں، اور جس طرح کہ ان کلمات کا استعمال اس دار دنیا میں ترقی کا سبب ہے اسی طرح بہشت میں اُن میووں اور پھلوں سے فائدہ حاصل کرنا اور ان لذتوں اور نعمتوں کا استعمال کرنا درجات بلند ہونے اور مقامات کی ترقی کا موجب ہے اور جب اللہ تعالیٰ عم احسانہ کے کرم سے اُن کی

دنیا آخرت ہو گئی تو یقیناً اس جگہ (دنیا) کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنا اس جگہ (آخرت) کی لذتوں کے ۳۶۶
استعمال کی مانند ہو گیا۔ اور نیز ہو سکتا ہے کہ اس راستہ کا سالک وصول کی خواہ کتنی ہی منازل طے کر لے اور خواہ اصلِ اصول تک پہنچ جائے اور تجلیاتِ ثلاثہ سے مشرف ہو جائے اور با کیف و بے کیف مشاہدات اور ولایت کے تمام لوازم حاصل کر لے لیکن جب تک اس دنیاوی زندگی کی قید میں ہے اور جسم کے کوچے میں مقید ہے وہ خیال کی رسّی میں مقید ہے اور اس دنیا میں خیال سے بالکل رہائی ہونا محال ہے جیسا کہ مولانائے روم قدس سرہ نے مرنے کے قریب فرمایا ہے ؎

من شوم عریاں ز تن او از خیال تا خرامم در نہایاتِ وصال

(میں بدن سے عاری ہو جاؤں وہ خیال سے عاری ہو جائے تاکہ میں وصال کی انتہاؤں میں چہل قدمی کروں)

یعنی خیال کی قید سے رہائی جسم کی تنگنائے سے رہائی حاصل ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے اور جب اُن کی دنیا نے آخرت کا حکم حاصل کر لیا تو ناچار مطلوب اس دنیا میں خیال کی تراش خراش سے پاک اور وہم کی اختراع سے بری ہو کر جلوہ گر ہو گا اور نیز ہو سکتا ہے کہ جس رویت کا وعدہ آخرت میں کیا گیا ہے اور سرورِ دین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی اور شخص کے لئے اس کا کچھ بھی حصہ دنیا میں نہیں ہے اور ہمارے حضرتِ عالی (قدس سرہٗ) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے پس اگر اس خوشگوار نعمت کے دسترخوان کے بچے ہوئے کھانوں سے بھی کچھ حصہ عنایت فرما دیتے ہوں تو ہو سکتا ہے اگرچہ وہ رویت نہیں ہو گی کیونکہ وہ اجماعِ امت کے مطابق (اس دنیا میں) ہونے والی نہیں ہے کیونکہ اصل چیز کا حاصل ہونا اور چیز ہے اور اس سے کچھ حصہ پانا دوسری چیز ہے جیسا کہ حضرت عالی (قدس سرہ) نے لکھا ہے کہ اگرچہ رویت نہیں ہے لیکن رویت کی مانند ہے پس تو سمجھ لے کیونکہ بیشک ہمارا کلام تیرے لئے اشارات و بشارات ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس عبارتِ شریفہ کا مورد یہ ہو کہ دنیا عمل اور کسب کی جگہ ہے اور آخرت جزا و اجر کا مقام ہے پس اس جگہ (دنیا) میں زیادہ نفع دینے والے وہ اعمال ہیں جو کہ مقربات (نزدیک کرنے والے) اور ترقی بخشنے والے ہیں اور افعال کے ثمرات میں سے جو کہ عمل کی جزا ہیں کوئی چیز اس دار (دنیا) میں عنایت فرما دیں تو وہ ضرور آخرت کے درجات میں کمی کا باعث ہو گی۔ اور اسی لئے تو دیکھتا ہے کہ بعض بزرگ جن کو اس دنیا میں ثمراتِ اعمال دیئے گئے ہوں موت کے وقت تمنا کرتے ہیں کہ ان کو ان امور میں سے کوئی چیز نہ ملی ہوتی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے زیادہ احوال (کیفیات) ظاہر نہ ہونے میں بھی وہ ستر (بھید) تھا حالانکہ وہ ولایت کے بلند درجہ میں ہیں۔

یہ بات تو ختم ہوئی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیا کو آخرت بنا دیا تو اُن کو اس عالم میں ثمرات کا حاصل ہونا ان کے آخرت کے درجات میں کمی کا باعث نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا: وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۲۹/۲۷ [اور ہم نے اس کو اُس کا اجر دنیا میں دیدیا اور بیشک وہ آخرت میں ضرور صالحین میں سے ہے] اور شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمانہ آخرت سے قریب و نزدیک ہونے کی وجہ سے اُس دار (آخرت) سے ملحق ہے پس اس میں ص۳۶۷ وہ چیز ظاہر ہوتی ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو اس سعادتِ عظمیٰ و دولتِ قصویٰ کے ساتھ مشرف ہے اور سوائے اس شخص کے جس کو اس (اللہ تعالیٰ) کے فضل و کرم سے اس حکم میں داخل کر لیا گیا ہو کسی دوسرے شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے آپ کو اس پر قیاس کرے جیسا کہ حضرت عالی قدس سرہٗ نے مخدومی و مکرمی شیخ محمد سعید (قدس سرہٗ) اور اس فقیر کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم دونوں کو اس حکم میں داخل کر دیا گیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین علی ذلک وعلی جمیع نعمائہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً۔

مکتوب ۱۹۰

مخدوم زادہ محمد سیف الدین کے نام اس معرفت کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) سے سُنی گئی تھی۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں (ایک روز) چاشت کی نماز پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بلا میرے سینہ سے نکلی اور اس کا آشیانہ بھی اس جگہ سے باہر کر دیا گیا اور جو ظلمات کہ اس کے ارد گرد تھیں وہ بھی دور ہو گئیں اور سینہ کو ایک عجیب انشراح (کشادگی) حاصل ہوا، اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ (بلائے عظیم) وسواس خناس تھا کہ قرآن مجید میں جس کے شر سے پناہ مانگنے کا امر فرمایا ہے جو خطرات و وساوس کہ دین کے اصول میں پیدا ہوتے ہیں ان کا منشا (سرچشمہ) یہی خناس ہے جو کہ سینہ میں آشیانہ رکھتا ہے اور ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے اور کمال درجہ کا شرح صدر اس کے دُور ہوئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ (قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ میں حلقہ میں قرآن مجید سُن رہا تھا میں نے دیکھا کہ سننے کے دوران بعض نامناسب وساوس میں نے اپنے اندر پائے، میں نے استغفار کیا اور حیران ہوا

کہ خناس جو زائل ہو چکا تھا شاید پھر لوٹ آیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سینہ اسی صفائی و لطافت کے ساتھ ہے اس کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ خناس سینہ کے خناس کے علاوہ ہے اور اس کا آشیانہ قلب میں ہے' میں اس کے دُور کرنے میں متوجہ ہوا' میں نے دیکھا کہ یہ خناس بھی بالکل قلب سے باہر ہو گیا' والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۱

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام کامل معرفت والے عارف کی ذات موہوب کے کمالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ' ایک عجیب سر (بھید) اور ایک دقیق رمز (اشارہ) پردۂ بطون سے منصۂ شہود پر پہنچا ہے پوری طرح متوجہ ہو کر سنیں۔ چونکہ عالم کو جو اعراض کا مجموعہ ہے اور ۳۶۹ کوئی ذات اور کوئی جوہر اس میں کائن نہیں ہے کہ جس کے ساتھ اعراض کا قیام ہو اور تام المعرفت عارف کی ذات موہوب کو ایک گونہ قیام دیتے ہیں اور اس کو ان کا مقوم (درست رکھنے والا) بنا دیتے ہیں (اس لئے) اس موہوب ذات کو بیچونی سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اس مبحث کی تحقیق دوسرے مکاتیب میں کی جا چکی ہے اور جب اس نے بیچونی سے کچھ حصہ حاصل کر لیا' دید و دانش (عقل و سمجھ) سے باہر چلا گیا اور فہم و وہم سے خارج ہو گیا' عقل سلیم خواہ کتنی ہی اس کی جستجو کرے اس سے کچھ نتیجہ حاصل نہیں کرے گی اور وہم تیز رفتاری کے باوجود خواہ کتنی ہی دور تک جائے اس کا کچھ پتہ نہیں لگا سکے گا اور اس کو وراء الوراء پائے گا اور جو ہریت و امکان کے باوجود اس میں جوہریت و امکان کا حکم نہیں کر سکتے اور ہستی کے حکم کے سوا دوسرا حکم قبول نہیں کرتا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و آلہ و صحبہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۱۹۲

یہ بھی فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت ایشان سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اصالت کی بشارت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ' ہمارے حضرت عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ سرور دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والبرکات العلیٰ کی پیدائش سے جو (مادہ) باقی رہ گیا تھا شل

پس خوردہ اس کو آپ کی امت کے بختاوروں میں سے ایک فرد کو عطا فرمایا ہے اور اس کی طینت (سرشت) کو اس سے خمیر کیا (گوندھا) ہے اور اس کے ذریعہ اس فرد کو اصالت سے بہرہ ور کیا ہے، اس بقیہ سے اس فرد کی طینت کو خمیر کرنے کے بعد بھی کچھ تھوڑا سا بقیہ رہ گیا تھا وہ بقیہ اس فرد کے منتسبین میں سے ایک شخص کے حصہ میں آیا ہے اور اس کی طینت کی تخمیر اس سے کی گئی ہے اور اس نے اس کے اندازے کے مطابق اصالت سے بھی کچھ حصہ پالیا ہے اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ [بیشک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے] شاید کہ اصالت کا جو حصہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ عنہ کے لئے ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے سے ہو اور نیز ان عالی حضرت اعلیٰ منقبت نے فرمایا ہے کہ جب محفلِ عالی یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی محفل میں پہنچا تو اہلِ مجلس کے ہجوم کی وجہ سے کسی دوسرے کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی، حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوات والتسلیمات نے جو کہ اس جگہ میں خاص شان رکھتے تھے اہلِ مجلس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا تفسحوا فی المجالس [اے ایمان والو! مجلسوں میں کشادگی کیا کرو]۔ اہلِ مجلس نے حرکت کی بیٹھنے کے لئے وسیع جگہ میسر آگئی میں اس جگہ بیٹھ گیا۔

تنبیہ: امت کے بعض خاص افراد کو تبعیت و وراثت کے طور پر کمالاتِ نبوت کے حاصل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خاص فرد نبی ہو جائے یا نبی کے برابر ہو جائے کیونکہ کمالاتِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے اور منصبِ نبوت کا حاصل ہونا اور بات ہے جیسا کہ اس معنی کی تحقیق حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۱۹۳

مخدوم زادہ بلند مرتبہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کمالات و مکاشفات کے بطریق اجمال بیان کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بنام خواجہ محمد نقشبند

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کو مرضِ وفات سے پہلے کچھ بخار اور کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی، چند روز میں اس مرض سے صحت حاصل ہو گئی چنانچہ اصلی حالت پر آگئے اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے، کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک (ایسا) بخار لاحق ہوا کہ اس کے چھٹے روز دار السرور (آخرت) کی طرف رحلت فرما گئے۔ پہلے مرض کی کمزوری کے ایام میں فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے کمالات میں مستغرق ہوں اور

اُن کمزوریوں (کی حالت) میں نہایت حسرت کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ مجھ کو اہلِ بیت کے باغ میں چھوڑ گیا ہے اور اس مقام کے عجائب و غرائب کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور ان میں سے کچھ حصہ کا اظہار بھی فرمایا اور حضرت امیر (علی) کرم اللہ وجہہ کی بعض خصوصیات و کمالات کہ جن کے خیال کرنے سے فکر و وہم کی آنکھ خیرہ و عاجز ہے مفصل بیان فرمائے۔ اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کمالات بیان فرمائے اور علیٰ ہذا القیاس بارہ اماموں کے تمام کمالات کو بیان فرمایا۔ اسی تقریب کے ساتھ حضرات شیخین (سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور حضرت ذوالنورین (سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کے کمالات و خصائص ظاہر فرمائے اور خلفائے اربعہ و اہلِ بیت میں سے ہر ایک کی آنحضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ و سلم کے ساتھ نسبت و منزلت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی، اور

۳۷۰ اپنی بعض خدماتِ شائستہ کو جو کہ وقوع میں آئی تھیں بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کے بعض کمالات کو بھی بیان فرمایا چنانچہ آخری مرض میں اس ذرہ حقیر کو ان اسرار میں سے بعض اُن اسرار کو جو کہ اظہار کے قابل تھے لکھنے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ اس فقیر نے وصیت کے مطابق حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے ایامِ غم میں اپنی فہم قاصر کے موافق روتی ہوئی آنکھوں اور زخمی (غمگین) دل کے ساتھ روضۂ منورہ کے سامنے بیٹھ کر اُن ناسفتہ (بغیر پروئے ہوئے) موتیوں کو نظم (ترتیب) کی لڑی میں پرو دیا اور حضرت عالی (قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات میں شامل کر دیا، چنانچہ جلد ثالث کے مکتوبات کا ختم انہی مرقومات کے ساتھ مقرر ہوا۔ والسلام علیکم و علیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۱۹۴

مولانا محمد افضل کے نام حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقاماتِ عالیہ اور اس اشارے کے بیان میں تحریر فرمایا کہ یہ مقام عالی اصالت اور محبوبیت کے ساتھ مربوط ہے۔

۳۷۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ [اور بہرحال تو اپنے رب کی نعمت کو بیان کر] بتاریخ سوم ماہ شعبان روز سہ شنبہ (منگل) ۱۰۶۱ھ کو عصر کی نماز میں نہایت عظیم بسط رونما ہوا اور بلند مقام اور بہت ہی عجیب کیفیت کے ورود سے مشرف ہوا کہ جس کی مثل کبھی بھی پیش نہیں آئی تھی اور خیال و تصور میں بھی نہیں آئی تھی، اور وہ امور پیش آئے جو کہ لا عین رأت و لا اذن سمعت و لا خطر علیٰ قلب احد [نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سُنے اور نہ کسی کے دل پر گذرے] کا مصداق تھے، نہ زبان کو اُن کے بیان کرنے

کی طاقت ہے اور نہ قلم کو اُن کے لکھنے کی مجال ہے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست   ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

[حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول تو نہیں ہے یہ تو نادر قصہ اور عجیب بات ہے]

میں سمجھتا ہوں کہ اس کا حصول عالمِ اصالت و محبوبیت سے ہے، شاید کہ اس مقام کو کاتب کے ساتھ ایک خصوصیت تھی کہ اس بارگاہِ معلّٰی میں اپنے آپ کو منفرد دیکھا، کلمۂ طیبہ اور ذکر کے تمام الفاظ مثلاً تسبیح وتحمید و تکبیر کے نتائج کے لئے اُس حریم قدس میں گنجائش نہیں پائی اگر گنجائش ہے تو قرآن مجید کو ہے اور نماز کو بھی قرآنِ مجید کے تعلق سے گنجائش ہے، قرآنِ مجید کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی کے سوا اس مقام کے ساتھ نسبت کو معطل و بیکار پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کسی کسب و عمل کو اس نسبتِ عالیہ کے حصول میں دخل کی گنجائش نہیں ہے (یہ) محض موہبت (بخشش) ہے اور عنایت کا واسطہ ہونا چاہئے اور سب کچھ ہیچ ہے شاید کہ ریاضات و مجاہدات قربِ ولایت کے مبادی میں دخل رکھتے ہیں، جب تک کہ سیر اصول اور اصولِ اصول میں ہے اعمالِ صالحہ فائدہ مند اور نتائج بخش ہیں کہ ان کے وسیلے سے سالکِ مستعد ترقیات کرتا ہے اور کلمہ طیبہ نفی و اثبات کے تکرار سے ظل سے اس کے اصل کی طرف راستہ کھلتا ہے اور اصول سے اصولِ اصول کی طرف عروج کرتا ہے اور جو کچھ مذکور ہوا وہ قربِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں اصل کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑنا چاہئے، سخت ریاضتیں اس بارگاہ معلّٰی کے آس پاس کوئی راستہ نہیں کھولتیں اور اس مقام تک پہنچنا محض عنایت یا صرف محبت سے ہے، خصوصیت اور کسی کا شریک نہ ہونا جو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے جب اچھی طرح غور کیا تو دیکھا کہ (یہ بات) اس راستہ میں پیش آتی ہے کہ جو شخص بھی اس مقام تک پہنچا ہے اپنے آپ سے ایک مقام رکھتا ہے کہ کسی دوسرے کو اصالت کے طور پر اس میں شرکت نہیں ہے اگرچہ اس مقام کو پہنچنے والے بہت ہی کم ہیں اُن میں سے حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو میں نے دیکھا نہایت عظمت اور بہت شوکت کے ساتھ نظر آئے چنانچہ عقل و وہم اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے اور زبانِ قلم و قلمِ زبان اس کے بیان میں عاجز و قاصر ہیں۔

ص ۳۷۱

جاننا چاہئے کہ عالم کو حضرت حق سبحانہ کا ظل جاننا یا اس تعالیٰ شانہ کا آئینہ تصور کرنا اور موہوم دیکھنا اور ظل کے منعکس کمالات کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اس کے بعد اس کو اصل کے کمالات کے ساتھ متحقق پانا ان سب کو قربِ ولایات میں سمجھتا ہے جو کہ ظل سے اصل کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے بعد جبکہ اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے اور اس حریم قدس کے اردگرد پہنچ جاتا ہے تو ان امور میں سے کچھ بھی درکار بلکہ متصور نہیں ہوتا، اس مقام میں ظل کو جاننا نہیں ہے اور اوصاف کو

اصل کے حوالہ کرنا اور اپنے آپ کو فانی و مستہلک دیکھنا نہیں ہے، اصل کے ساتھ بقا و تحقق پیدا کرنا شہود نہیں ہوتا اور اس مقام تک پہنچنے کا راستہ جدا ہے اس راہ سے اس مقام تک پہنچنا دشوار ہے، وہ ظہور جمال و رضا کا مقام ہے اگر اس کی تعبیر ضحک (منہ بند کلی جو ذرا سی کھلی ہو) ہی کی جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔

والعلم عند اللہ سبحانہ [اور علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے] والسلام۔

مکتوب ۱۹۵

حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند (قدس سرہ) کی خدمت میں حضرت خیر البریہ علیہ الصلوۃ والسلام کے ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنے کے بھید کو ظاہر کرنے اور بعض پوشیدہ اسرار کے بیان میں تحریر فرمایا۔ یہ معرفت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ملفوظات میں سے ہے۔

۳۴۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والسلام علی رسولہ الکریم، ہمارے پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات کو (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے اتباع کا امر ہونے اور آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی صلوات و برکات کی مثل صلوات و برکات طلب کرنے سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام کا حصول ہے کہ جس مقام تک وصول حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام سے گذرے بغیر میسر نہیں ہے اور حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مقام تک پہنچنا اُن کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے کیونکہ اُن کی ملت کی متابعت کے بغیر اس مقام کیلئے راہ نہیں ہے اور ان دونوں مقامات میں سے ایک کی نسبت دوسرے کے ساتھ ایسی ہے جیسی کہ محراب کو مسجد کے ساتھ نسبت ہے اور (یہ) یقینی بات ہے کہ محراب تک پہنچنا جو کہ امام کا مقام ہے بقعہ مسجد کی مسافت طے کئے بغیر متصور نہیں ہے کیونکہ پہلا مقام مرکز ہے اور دوسرا مقام اس مرکز کا محیط ہے اور نظر کشفی میں اسی قسم کے محیط پر مرکز کو فوقیت ہوتی ہے اور مرکز تک پہنچنا محیط کی مسافت طے کئے بغیر میسر نہیں ہے اور جب اس دعا کی قبولیت کا وقت آیا حضرت سید الاولین والآخرین علیہ افضل الصلوات والتسلیمات نے اس مقام سے کہ جس میں آپ تشریف فرما تھے عروج فرمایا یہاں تک کامل شوق کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام میں پہنچے اور اس بزرگ مقام میں توقف فرمایا اور وہ امور پیش آئے جو ان اسرار میں سے ہیں جن کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقام میں داخل ہوئے جو کہ ملت حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا وہ نادر مقام ایک نہایت عجیب مقام ہے کہ کسی رسول کا کوئی مقام اس مقام کی مانند

نہیں ہے، جب اس مقام میں قرار پذیر ہوگئے تو جو نظر کہ پسماندگان کے حال پر رکھتے تھے بہت کم ہوگئی اور کلی طور پر بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ ہوگئے اور خاص خلوت خانہ میں محبوب کے ساتھ خلوت پذیر ہوئے، اور نیز محسوس ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم عروج کے درپے تھے بعض اصحابِ کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی متابعت کی وجہ سے اس عروج میں شریک تھے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ خاصہ میں داخل ہوگئے اصحابِ کرام مقامِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اُن علیہ السلام کے زیرِ قدم رہ گئے اور انھوں نے مقامِ خاصہ میں گنجایش نہ پائی۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متوجہ ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقامِ خاصہ میں داخل فرمالیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تردد ہے کہ داخل فرمایا یا نہیں لیکن گمان غالب یہ ہے کہ ان کو بھی مقامِ خاصہ میں کچھ گنجایش ہوگئی، والسلام۔

مکتوب ۱۹۶ ۳۸۳

مخدوم زادۂ عالی مرتبہ شیخ محمد صبغۃ اللہ کی خدمت میں اس مقام کے بیان میں تحریر فرمایا جو کہ مقامِ رضا کے اوپر ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفےٰ۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے مکتوباتِ جلد ثانی کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مقامِ رضا کے اوپر کوئی مقام نہیں ہے مگر خاتم الرسل علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ یہ معرفت حضرت عالی (قدس سرہ) کی پہلے کے معارف میں سے ہے اس کے بعد فرماتے تھے کہ میں ایک وقت انبیا علیہم الصلوات پر درود بھیج رہا تھا میں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام با جمیعہم نے اپنے مقام سے عروج فرمایا اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک چند واسطوں کے ساتھ اس مقام کے ساتھ جا ملا جو کہ مقامِ رضا سے اوپر تھا اور سرورِ دین و دنیا علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام تک عروج فرمایا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی متابعت کے ساتھ وابستہ تھا اور اس بزرگ مقام سے جا ملے۔ الحمد للہ رب العالمین، والسلام۔

مکتوب [illegible] عشر

مکتوب ۱۹۷

ملا سجاول کے نام ان کے عریضہ کے جواب میں جو کہ واردات پر مشتمل تھا اور بعض سوالوں کے جواب میں جو کہ انھوں نے پوچھے تھے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ برادر عزیز کے مکتوب مرغوب نے وصول ہو کر خوش وقت کیا، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا حمد و شکر ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور باطنی نسبت و معنوی رابطہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ امید ہے کہ روز بروز ترقی میں اضافہ ہوتا ہے، رابطہ قوی ہونے کی وجہ سے ہے کہ آپ حضور و غیبت (موجودگی و عدم موجودگی) میں واردات کا فرق محسوس نہیں کرتے اور یکساں تصور کرتے ہیں، حضور و غیبت میں (واردات کے) فرق کا ہونا اکثر ثابت ہے لیکن نسبت کے قوی ہونے کی صورت میں فرق کم ہوتا ہے اور جسقدر (نسبت میں) قوت زیادہ ہوگی اسی قدر (فرق میں) کمی ہوگی، اگر اس قسم کی کمی معدوم کے عنوان کے ساتھ ظاہر ہو اور حضور و غیبت یکساں معلوم ہو تو بعید نہیں ہے، اگر لوگ کہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طالب رشید غیبت (عدم موجودگی) میں ترقیاں کرتا ہے اور حالتِ حضور سے زیادہ بلند چلا جاتا ہے پس غیبت کے واردات اس کے حق میں حضور کے واردات سے زیادہ اور کثیر ہوئے (تو) ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ حضور میں ہوتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ ترقی کر لیتا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "میں اس سے پہلے حق جل و علا کا حضور اپنے باہر پاتا تھا اب اپنے اندر پاتا ہوں" ہاں، اس بزرگ گروہ کے نزدیک معتبر انفسی شہود ہے اور جو شہود کہ اپنے سے باہر ہوتا ہے اتنا معتبر نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　　با تو در زیرِ گلیم ست ہر چہ ہست

[نابینا کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لیجا جو کچھ بھی ہے وہ تیرے ساتھ کمبل کے نیچے ہے] لیکن اس شہود کا گرفتار نہیں ہونا چاہئے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہئے۔ حضرت حق سبحانہٗ جس طرح کہ آفاق سے ماوراء ہے (اسی طرح) انفس سے بھی ماوراء ہے، اس (حق تعالیٰ) عزّ برہانہٗ کو اندر اور باہر کے ماوراء تلاش کرنا چاہئے اور آفاق و انفس کے باہر طلب کرنا چاہئے یہ معاملہ محدود عقل کے ساتھ نہیں سمجھا جا سکتا اور ظلی ولایت والوں کے کشف سے مکشوف و مدرک نہیں ہوتا، فراست (دانائی) کا وہ نور جو کہ مشکوٰۃِ نبوت سے مقتبس ہو اس معنی کا ادراک کر سکتا ہے اور آیہ کریمہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [ہم اس کی طرف اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں] اس معمہ کے بھید کو کھولتی ہے اور جو حالات (آپ کو) فرض نماز ادا کرنے کے وقت میں پیش آتی ہے عالی و اصیل ہے اس کے مطالعے سے محظوظ ہوا۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اس علاقہ کے لوگ پنجوقتہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کے ترک کرنے والے سے اعتراض کے ساتھ پیش آتے ہیں" میرے مخدوم! اس طرح سے فاتحہ پڑھنا ہمارے بزرگوں کا عمل نہیں ہے (اس لئے کہ) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اعمال میں (یہ چیز) نظر نہیں آئی ہے۔ خزانۃ الروایات میں خلاصہ سے منقول ہے "قراءۃ الفاتحۃ لاجل المهمات بعد الفرائض بدعۃ" [مہمات کے لئے فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنا بدعت ہے]۔

آپ نے نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنے کے متعلق جو وہاں مروج ہے دریافت کیا تھا، میرے مخدوم! مصافحہ فی نفسہا مسنون اور اچھا عمل ہے اور اس وقت کا متعین کرنا بدعت ہے پس یہ عمل (نمازِ جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا) وجہ حُسن بھی رکھتا ہے اور وجہ قبیح بھی (ایک لحاظ سے اچھا ہے اور ایک لحاظ سے بُرا ہے) اگر اس کا معاملہ زیادہ سے زیادہ مباح ہونے تک ہی پہنچ جائے جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو (بھی) غنیمت ہے۔ خزانۃ الروایات میں ہے کہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں کہا ہے کہ "ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے لیکن یہ جو لوگوں نے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اس کی عادت کر لی ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے ولیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اصل مصافحہ تو سنت ہے اور لوگوں کا بعض مواقع میں اس کی پابندی کرنا اور ان میں سے بعض مواقع میں حد سے تجاوز کرنے والا ہونا یہ بعض حالات اس کو اس مصافحہ سے خارج نہیں کرتے جو شرع میں وارد ہوا ہے"۔

مکتوب ۱۹۸

ص ۳۷۵

آغا رشید کے نام اس بارے میں کہ اس طریقۂ عالیہ میں فیض کا اخذ کرنا رابطہ و محبتِ شیخ سے تعلق رکھتا ہے اور آدابِ شیخ کی رعایت اور دوامِ ذکر پر ترغیب دینے اور فنائے قلب و نفس کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا للہ ومصلیًا علیٰ رسولہ، اللہ تعالیٰ ماسوا کی غلامی سے آزاد کرکے قرب کے مدارج میں ترقیات عطا فرمائے صحیفۂ گرامی نے مشرف کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ فقرائے دور افتادہ کو بھلایا نہیں ہے، اور محبت کی نسبت اور باطنی رابطہ بدستور قائم ہے، اس گروہ سے محبت کرنے والا اس گروہ کے ساتھ ہے المرء مع من احب [آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے]

ہمارے طریقہ میں کمال کے درجہ تک وصول کا مدار شیخِ مقتدا کے ساتھ محبت کا رابطہ رکھنے سے وابستہ ہے طالبِ صادق شیخِ مقتدا سے اس محبت کے ذریعے سے جو کہ وہ شیخ کے ساتھ رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے اور ساعت بساعت اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے، یہ بات مسلم ہے کہ فنا فی الشیخ فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے، ذکر اگرچہ وصول کے اسباب میں سے ہے لیکن غالب طور پر (وصول) رابطہ محبت اور فنا فی الشیخ پر مشروط ہے، اس راستہ کے سالک کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، آدابِ صحبت کی رعایت

کرتے ہوئے شیخ مقتدا کے ساتھ محبت رکھنا اور دوامِ ذکر (ذکر قلبی) پر اس قدر پابندی کرے کہ دوام حاصل ہو جائے اور اس کے بعد غفلت نہ رہے اور تکلف کے ساتھ یاد کرنے سے چھوٹ جائے اور حضورِ دل کا ملکہ اور اس کی صفت ہو جائے جیسا کہ سننا قوتِ سامعہ کی اور دیکھنا قوتِ باصرہ کی صفت ہے اس وقت میں ظاہری غفلت باطن کے حضور پر اثر انداز نہیں ہوتی اور ظاہری نیند باطنی توجہ کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے۔ جب حضور کی یہ کیفیت غالب آجائے اور قوی ہو جائے تو نفسِ حاضر (ذاتِ سالک) درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور صحرائے عدم کی طرف اپنا سامان لیجاتا ہے اس وقت حضور خود بخود ظاہر ہوتا ہے ولا یذکر اللہ الا اللہ [اللہ ہی اللہ کا ذکر کرتا ہے] جلوہ گر ہوتا ہے۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

میرے مخدوم! دشمنوں اور حاسدوں کا شر دور ہونے کے بارے میں دعا و توجہ کی جاتی ہے امید ہے کہ وہ ذلیل و خوار ہونگے والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۱۹۹

حاجی حسین کے نام ان اذواق و مواجید کی شرح میں تحریر فرمایا جو کہ انہوں نے لکھے تھے۔ ر ۳۵۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم برادرم حاجی محمد حسین کے گرامی نامہ نے وصول ہو کر خوشوقت اور مسرور کیا، آپ نے اپنی فنا و عدمیت کے بارے میں لکھا تھا ؎

بلے ہر جا شود مہر آشکارا سہا را جز نہاں بودن چہ یارا

[بیشک جس جگہ سورج نکلا ہوا ہو (وہاں) سہا ستارے کو پوشیدہ رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے]۔ احدیتِ غیب کے انوار طلوع ہونے کے وقت کثرتِ موہوم کے اطوار کے اضمحلال و استہلاک (مضمحل و فنا ہونے) میں کیا شک و شبہ ہے لیکن اس عدمیت (فنائیت) و اضمحلال میں سالکوں کے قدموں میں بہت فرق ہے، ان میں سے محمدی المشرب کو یہ فنا و استہلاک عین و اثر کے دور کر دینے تک پہنچاتی ہے کذا و کذا۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "یہ بات مشخص ہو چکی ہے کہ یہ تمام واردات و حرکات و سکنات عدم پر ہیں جو کہ اُس (اللہ) سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر فرمائی ہیں کام (یعنی یہ ظہور) خود بخود ہے اور عجیب و غریب چیزیں اس معدوم پر وارد فرمائی ہیں جو کہ تحریر میں نہیں آتیں"۔ ہاں تعلقات کو ساقط کر دینے اور انتسابات کو اس کے اہل کی طرف رد کر دینے کے بعد معاملہ از خود بخود ہے، اگر حضور ہے تو حضور خود بخود (اپنا حضور اپنے ساتھ) ہے اور اگر توجہ ہے تو وہ بھی از خود بخود ہے اور عارف کو اس مقام سے استہلاک و اضمحلال و

انعدام کے سوا کچھ بھی نصیب نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "ان ایام میں تجددِ امثال ظاہر ہوا ہے (اس طرح پر) کہ ہر آن میں تمام عالم عدم میں جاتا ہے اور اس کی مثل وجود میں آتا ہے اس بارے میں حیرت بڑھ گئی ہے۔" میرے مخدوم! ہمارے حضرت (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اس معاملہ کا حل مکتوبات میں فرمایا ہے اگر آپ اس کا حل چاہیں تو وہاں مطالعہ کریں اور آپ نے جو بعض مقامات سبز رنگ کے اور بعض سورج کے رنگ کے ظاہر ہونا لکھا ہے واضح ہوا، مختصر یہ کہ تمام احوال و مواجید درست و پسندیدہ ہیں حق سبحانہ ترقیات عطا فرمائے اور دوستوں سے دعا کی درخواست ہے۔

مکتوب ۲۰۰

صوفی نور بیگ کے نام دوام ذکر اور خلوت اختیار کرنے پر ترغیب دینے اور ناقص کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینے کے بارے میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو کچھ واقعات میں ظاہر ہوتا ہے کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اللہ تعالیٰ فتوحات کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے، برادر گرامی مولانا نور محمد کے مکتوب مرغوب کے ساتھ پہنچ کر خوش وقت کیا۔ چاہیے کہ آئندہ بھی اسی طرح اپنے ظاہری و باطنی احوال سے درویشانِ دوستوں کو اطلاع دیتے رہیں۔

آپ نے لکھا تھا کہ "سبق باطنی کی تکرار میں کوشاں ہے اور نفی و اثبات بھی ورد میں ہے۔" نیک و مبارک ہے، ذکر کے تکرار (مشق) میں اس طرح پابند رہیں کہ مذکور کے ماسوا سب کچھ سینہ کے میدان سے رخصت ہو جائے اور ماسوا کا نام و نشان دل کے آئینے سے محو اور لاشئ ہو جائے، اکثر اوقات نامرادی کے گوشہ میں خلوت سے رہیں اور مخلوق کے ساتھ بہت کم میل جول رکھیں اور قلبی و لسانی ذکر کے ساتھ مشغول رہیں اور ذکر کرنے میں مخلوق میں قبولیت یا احوال و مواجید کا حاصل ہونا (وغیرہ) میں سے کوئی غرض نہ ہونی چاہیے بے غرض ہو کر ذکر کریں اور نشاط (رغبت) کے وقت میں اتنے لوگوں کو جن کی تعداد آپ کو بتائی گئی ہے ذکر کی تلقین کریں، بطریق سفارت (تعلیم دیں) نہ کہ بطریق اصالت و خلافت۔ اور جو شرائط آپ نے لکھے تھے وہ تو اس صورت میں ہیں جبکہ بطورِ خود ذکر سکھائیں، اگر بطورِ سفارت چند لوگوں کو ذکر سکھائیں تو یہ شرائط ضروری نہیں ہیں کیونکہ آپ ایک ترجمان کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ ذکر بتانا بھی (آپ پر) جبر نہیں ہے آپ کے اختیار کے ساتھ ہے اگر کسی تکلف کے بغیر دل متوجہ ہو اور شرح صدر حاصل ہو جائے تو ذکر بتائیں

ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے جو چیز ضروری ہے وہ دائمی ذکر و مراقبہ ہے، کسی دوسرے کی تکمیل اپنے کمال کی فرع ہے اور یہ چند اشخاص کے لئے اجازت اس لئے (دی گئی) ہے کہ چند لوگ جمع ہو کر ذکر میں مشغول ہوں تو بہتر ہے کیونکہ آپس میں ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اگر واقعہ (حال) میں پیر کسی سالک کو تلقین (ذکر سکھانے) کی اجازت دیدے اور گزرے ہوئے بزرگوں کی ارواح سے بھی (اجازت) ظاہر ہو تو یہ اس سالک کے لئے تلقین کی اجازت ہے یا نہیں" میرے مخدوم! طریقت کی تعلیم و تلقین کی اجازت ایک اہم معاملہ ہے خواب و واقعہ سے صورت پذیر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ دیں اجازت صورت پذیر نہیں ہوتی، اور اسی طرح احوال و مواجید و قطبیت و فردیت و غوثیت وغیرہ جو کچھ کہ خوابوں اور واقعات (احوال) میں ظاہر ہو، ان اکابر کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ احوال و مواجید میں سے جو چیز بیداری میں رونما ہو، شخص اُس کا مالک ہے۔ قطب و غوث وہ شخص ہے جو کہ خارج و بیداری میں ان دونوں منصبوں کے ساتھ سرفراز ہو، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا تاوقتیکہ خارج میں بادشاہ نہ ہو۔

چو غلامِ آفتابم ہمہ از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

[چونکہ میں آفتاب کا غلام ہوں (اسلئے) سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں، میں شب اور شب پرست نہیں ہوں کہ خواب کی بات کہوں] اتنا ہے کہ وقائع و منامات صادقہ مبشرات ہیں اور اولیا کی استعدادات کی خبر دینے والے ہیں، کبھی وہ حقیقتِ استعدادی ظہور میں آجاتی ہے اور کبھی ظہور میں نہیں بھی آتی، کوشش کرنی چاہیئے کہ معاملہ قوت سے فعل میں آجائے اور گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ آپ جن بزرگ کی صحبت میں وقت گذارتے ہیں آپ نے انکی خوبیاں تحریر کی تھیں جو کہ اس زمانہ میں بہت غنیمت ہے اور ان کے بارے میں توجہ و فاتحہ (دعا) طلب کی تھی، ان بزرگ کے بارے میں توجہ کی گئی اور ان کی توفیق کی زیادتی کیلئے دعا کی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ص ۳۴۸

مکتوب ۲۰۱

مولانا محمد حنیف کے نام ان کی نسبت کے بیان اور نصیحتوں کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اخوی و اعزی مولانا محمد حنیف کے گرامی نامہ نے پہنچکر خوشوقت کیا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ عافیت سے ہیں اور دور افتادوں کی یاد سے

فارغ اور مطلب کے شوق سے خالی نہیں ہیں، دل آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے نہیں جانتا کہ کس روش سے زندگی بسر کرتے ہیں اور کن طریقوں پر عمل کرتے ہیں ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز — کاغوش کہ شد منزل وآسائش خوابت

[اس جگر سوز فکر میں میری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی کہ تیری نیند کی منزل و آسائش کس کی آغوش بنی]۔ ان قریبی دنوں میں اس جانب کسی دوست کا ایک مکتوب پہنچا ہے کہ (جس میں) آپ کے اطوار کی شکایت ظاہر کی ہے آپ کا نام نہیں لکھا ہے لیکن غالباً آپ کی مخالفت کی ہے اور شکایت بھی مجمل پیش کی ہے، اس کے پڑھنے سے دل بہت رنجیدہ ہوا کہ اس نے آپ سے کیا دیکھا ہوگا جو لکھا ہے اگرچہ ظاہر کو دیکھنے والے لوگ اہلِ باطن کے متعلق کیا خبر رکھتے ہوں گے لیکن چونکہ طبیعت کو آپ کے ساتھ محبت اور ایک گونہ میلان ہے اور دل آپ کے کمال کا خواہاں ہے (اس لئے) معمولی چیز سے بھی بے چین ہو جاتا ہے اور قلق پیدا ہو جاتا ہے۔ خط لکھنے کے دوران کچھ توجہ آپ کے باطن کی طرف کی گئی حاصل کی ہوئی نسبت سے معمور پایا اور توقع سے زیادہ مفہوم ہوا، کوئی غبار دل میں نہیں رہا۔ الحمد للہ سبحانہ علی ذلک وعلی جمیع نعمائہ [اس بات پر اور اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں پر اُس کی حمد ہے] اہلِ حقوق کی خوشنودی کے لئے ہرگز کوئی ایسا کام نہ کریں جو کہ مالکِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی ناراضگی کا باعث ہو، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا حق تمام حقوق پر غالب ہے اس کے حق کی پوری طرح رعایت کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق میں مشغول ہونا چاہئے
اپنے اوقات کو مضبوط رکھیں اور اہلِ غفلت و اہلِ دنیا کے ساتھ حتی الامکان تعلق نہ رکھیں اور طالبین و ۳۲۹
کے احوال میں اچھی طرح مشغول ہوں کسی کو ضمنی بنانے اور کسی دوسرے شخص کا مرض سلب کرنے وغیرہ کے بارے میں عمدہ چیز ہمت (توجہ) کا جمع کرنا اور وحدانی التوجہ (توجہ کی یکسوئی والا) ہونا ہے اور اگر اس قسم کے امور درمیان میں نہ ہوں تو کوئی نقص نہیں ہے اور ولایت اس سے وابستہ نہیں ہے یہ زائد خوبیاں ہیں۔
والسلام۔

مکتوب ۲۰۲

حافظ محمد شریف کے نام نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

خدام حافظ جی اس دور افتادہ کا سلام عافیت انجام پڑھیں اور دعائے خیر سے (مجھ کو) نہ بھلائیں اور اس چند روزہ عمر کو اہم امور میں صرف کریں اور راتوں کو عبادت کرنے اور صبح کے وقت کے رونے کو غنیمت جانیں اور تاریک راتوں کو انوار و اذکار کے ساتھ روشن رکھیں اور تجارت میں سچ بولنے اور امانت کو

ملحوظ رکھیں حدیث شریف ان اللہ یحب التاجر الصدوق [بیشک اللہ تعالیٰ سچے تاجر کو پسند فرماتا ہے] آپ نے سنی ہوگی اور عقود فاسدہ وربویہ (فاسد اور سودی لین دین) سے بچتے رہیں اس بارے میں پورا اہتمام رکھیں کہ یہ علماء کی لغزش کا مقام ہے چہ جائیکہ غیر علماء، اس زمانہ میں ایسا کون عالم ہوگا جو ان عقود (بیع وشرا) سے بچا ہوا ہو، الا من عصمہ اللہ سبحانہ [مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے]۔ متدین علماء نے ہمیشہ ان عقود کی معلومات حاصل کرتے اور اس مبحث کی تحقیق کرتے رہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس مہلک گرداب سے نجات کے طالب رہیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ [ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام ہو]

مکتوب ۲۰۳

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام فنا وبقا کے پیچیدہ اسرار، قیومیت کے دقائق اور انسان کامل کی جامعیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اے نقابت دستگاہ! انسانِ کامل کی جامعیت کے بارے میں کچھ تحریر کیا جاتا ہے غور سے سنیں، کوئی عارف فنائے کامل کے بعد جو کہ حقیقتِ عدمیہ کہ اس کی انا کا مورد ہے کے دُور ہو جانے سے وابستہ ہے جب اسمِ الٰہی جل شانہ کے ساتھ بقا پیدا کر لیتا ہے اور حقیقتِ ثبوتیہ حقیقتِ عدمیہ کی جگہ لے لیتی ہے تو اس میں تدبیر و تصرف کرنے والا وہی اسم ہوگا اور وہ اس اسم کے اوصاف کے ساتھ متصف و آراستہ ہو جائے گا اور اس اسم کی حیات، علم و سمع و بصر، کلام و ارادہ و قدرت کے ساتھ حی و عالم و قادر و سمیع و بصیر و متکلم ہو جائے گا کیونکہ ہر اسم الٰہی جل سلطانہ اسماء وصفات کو متضمن ہے اور چونکہ وہ اسم دوسرے اسم کا ظل ہے اور اس اسم کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے (اس لئے) عارف ظل کی راہ سے اصل کے ساتھ مل جائے گا اور اسم سابق کی طرح اسم لاحق کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے گا اور پھر اُس اصل سے اس (اصل) کی اصل کے ساتھ ملحق ہو جائیگا اور دوسری اصل سے تیسری اصل اور تیسری سے چوتھی اور پانچویں اصل تک الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ (اور اس سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا) متحقق ہو جائے گا اور چونکہ ہر اسم کو دوسرے اسماء کے ساتھ ایک مشارکت (داخلی)، مابہ الاشتراک (جزوِ مشترک) کی راہ سے دوسرے اسماء کے ساتھ بھی جو کہ اس (اسم) کے اصول سے مختلف ہیں بقا حاصل کر لے گا اور یہ تمام بیشمار اور لاتعداد اسماء عارف کے اجزا کی مانند ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ صدیوں کے بعد

ہزاروں میں کسی ایک کو بقائے ذات کے ساتھ مشرف کرتے ہیں اور اس مرتبہ مقدسہ سے اس عارف کو ایک ذات جو کہ بےچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے عطا فرماتے ہیں جو کہ عارف کی کنہ (حقیقت، ماہیت) ہوتی ہے اور یہ تمام اوصاف اُس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں بلکہ افرادِ عالم بھی اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں کیونکہ افرادِ عالم اس کے بالمقابل ہیں، چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں (اور) کوئی ذات ان میں کائن (کارفرما) نہیں ہے اس لئے وہ عارف خلیفۃ اللہ ہونے کے حکم سے قیوم عالم ہو جاتا ہے اور وزیر کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ فَانْظُرْ اِلٰٓی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا [پس تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے]۔ اس وقت وہ ذات حقیقتِ ثبوتیہ کی جگہ قائم ہو جاتی ہے اور مدبر و متصرف (تدبیر و تصرف کرنے والی) ہو جاتی ہے۔ یہاں سے اس عارف کی جامعیت کو سمجھنا چاہئے کہ تمام افرادِ عالم اس کے مقابلہ میں حقیر جزء کا حکم (بھی) نہیں رکھتے قطرہ کو دریا کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے اور ان (افرادِ عالم) کو اس (عارف) کے ساتھ وہ (نسبت) بھی نہیں کیونکہ اوصاف کو ذات کے ساتھ لاشئ اور مستہلک ہونے کی نسبت ہے، ذکر کرنے کے وقت گویا وہ کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر کرتا ہے، ہر ایک اسم اپنی زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور عارف ان سب کے کل کی جگہ ہو اور تحریمہ (نماز کی نیت) باندھنے کے وقت گویا کئی ہزار اشخاص تحریمہ باندھتے ہیں اس کے بعد یہ سب اشخاص قراءت کرتے ہیں اور رکوع و سجود میں جاتے ہیں اور اس عالمِ امکان کے حقائق میں سے اکثر بھی عارفِ مذکور کے ساتھ ان امور میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لوگ ایک زبان کے ساتھ ذاکر ہیں اور وہ بھی چونکہ نفسِ امارہ کی انانیت (میں پن) سے پاک نہیں ہے (اس لئے) وہ ذکر بھی انہی (لوگوں) کی طرف لوٹنے والا ہے اور بارگاہِ قدس کے لائق نہیں ہے اور یہ عارف چونکہ انانیت سے رہائی حاصل کر چکا ہے (اس لئے) ہزاروں زبان کے ساتھ ذاکر ہے اور کسی میں بھی خود درمیان میں نہیں ہے۔ ظاہر بین عوام ان دونوں کو ذاکر و عابد جانتے ہیں اور فرق کی حقیقت سے واقف نہیں

۳۸۱ ہیں بلکہ عارف کامل طور پر حضور ہو گیا ہے اور وہ غفلت میں بھی حاضر ہے کیونکہ علم حضوری میں کسی وقت بھی غفلت نہیں پائی جاتی اور غافل لوگ اس سے غافل ہیں، پس عارف مذکور غفلت میں بھی حضور کے ساتھ ہے اور دوسرے لوگ عین حضور میں بھی غافل اور دوری میں ہیں مامر (گذشتہ بیان کی وجہ سے) اور نیز ان کے حضور کی انتہا حصول میں ہے اور حصول عین غفلت ہے اور عوام ان لوگوں کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں اور اُس کو غافل ھداھم اللہ سبحانہ سواء الصراط [اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دے] ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

[پری نے چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے، حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کتنی عجیب بات ہے]۔

ایک نکتہ ہے گوشِ ہوش سے سُنیں کہ جب عارف اپنے آپ کو کلمۂ اَنَا (میں پن) کے اطلاق سے پاک اور بری کر لیتا ہے اور نفسِ امارہ کی انانیت سے پوری طرح رہائی حاصل کر لیتا ہے تو ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [کیا احسان کی جزا احسان کے سوا کچھ اور ہے] کے مطابق معشوق کا احسان آپہنچتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی اَنا میں جگہ دیتا ہے اور وہ عاشقِ صادق غیریت کی کشاکش سے چھوٹ کر ایک معشوق کی اَنا کے خلوت خانہ میں آرام پاتا ہے، اس گروہ کی ایک جماعت ہے جو چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی اَنا میں سمولے اور اپنی اَنا کے خرابے اور ویرانے میں مطلوب کو اُتارے اور اس کے ساتھ خوش ہو جائے، وہ نہیں جانتے کہ انھوں نے مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ آرام حاصل کیا ہے اور اس بے پایاں ذات سے سوائے نمونہ کے کچھ حاصل نہیں کیا ہے ؎

تو از خوبی نمی گنجی بعالم ... مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

[جب تو خوبی کی وجہ سے عالم (دنیا) میں نہیں سما سکتا (تو) میری آغوش میں بھلا کہاں سما سکتا ہے]

ہم اصل بات بیان کرتے ہیں، جو ذات کہ عارف کو بخشی گئی ہے چونکہ وہ بیچونی سے کچھ حصہ رکھتی ہے اس کی جامعیت ظاہری نگاہ میں چُون کے درک میں نہیں آتی، لیکن حقیقت میں تمام اسماء و صفات سے جو کہ عارف کے اجزا کی مانند ہو گئے ہیں زیادہ جامع ہے بلکہ اس جامعیت کو اس جامعیت کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور اس کے مقابلے میں لاشئے ہونے کا حکم رکھتی ہے سبحان اللہ وبحمدہ اس قسم کی وسیع مملکت کو حقیر شخص کی صورت میں ظاہر کیا گیا ہے اور مُلک و ملکوت کے ان تمام خزانوں کو اس طرح کے بے قدر و قیمت ویرانہ میں ودیعت فرما دیا گیا ہے اور ان سب بے رنگ حسن و جمال اور بے کیف انوار و اسرار کو اس ظلمانی ڈھانچہ میں جو کہ ذلیل (گندے) پانی سے پیدا ہوا ہے پنہاں کر دیا گیا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ [اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] اور اس پنہاں کرنے میں حکمت ابتلاء و اختبار (آزمانا اور جانچنا) لِيَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ [تاکہ ناپاک کو پاک سے الگ کرے] جس شخص کی نظر نے عارف کے باطن و حقیقت میں نفوذ کیا اس کی برکات سے وہ پُر اور سیراب ہو گیا اور جس کی نظر اس کی صورت پر ہی ٹھہری رہی اور اس نے اپنی بے حقیقت صورت کی طرح تصور کیا وہ اس کی برکات سے محروم رہا اور ابدی خسارہ کے ساتھ داغدار ہو گیا اُس نے یہ نہیں جانا کہ یہ عارف کامل طور پر مغز ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں حائل نہیں ہے اور اس کی چھلکا ہونے کی صفت پوری طرح مغز میں تبدیل ہو گئی ہے اور دوسرے سب لوگ بے مغز چھلکا ہیں لیکن اس تبدیل شدہ چھلکے کو چونکہ اس کے چھلکے والے جسم پر باقی چھوڑ دیا گیا ہے (اسلئے) ہر وقت بے مغز چھلکے کے ساتھ ظاہری مشارکت رکھتا ہے اور اس ظاہری

مشارکت کے ساتھ کہ جسمانی قید سے وابستہ ہے جو کہ جسم کے ٹوٹنے کے بعد باقی ہے محجوبوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر اپنے دوستوں کو محجوب کر کے اپنے ساتھ رکھتا ہے، اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری [میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا] قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ [آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پر دعوت دیتا ہوں کہ میں اور میرا اتباع کرنے والے بصیرت پر ہیں اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں]۔

مکتوب ۲۰۴

اسد اللہ بیگ کے نام ممکن کے فقر اور واجب تعالیٰ عز وجل کے غنا کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کہ کمالِ عبودیت کے ساتھ متحقق ہیں اور جنہوں نے ربوبیت کے اسرار کو ظاہر فرمایا ہے نیستی و بندگی کے حُسن و جمال کو (آپ کے) باطن کے آئینے پر جلوہ گر کرے اور ہمسری و خداوندی کے دعوے سے نجات و رہائی دے، بندہ بندگی کے احکام میں جتنا زیادہ پختہ ہوگا اور ذاتی نیستی اور پیدائشی فقر کی دید اس پر جسقدر غالب ہوگی ہستی اور کمالاتِ وجوبی کا ظہور اس کے حق میں اسی قدر زیادہ ہوگا اذ بضدھا تتبین الاشیاء [کیونکہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں] حُسن و جمال و غنا اور تمام کمالات کا بوجہ کمال ہونا ذاتِ لم یزل و لا یزال (اللہ تعالیٰ) کا خاصہ ہے، عجز و نیستی و احتیاج و ذلت و فقر و نقص تجھ میں ہونا چاہئے تاکہ اُس کا ظہور اس کے ساتھ ہو، اُس نے مخلوق کو ذلت و نیستی اور احتیاج کی صفت کے ساتھ پیدا کیا اور اپنے وجودی کمالات کا کچھ پرتو بھی اس میں پنہاں فرمایا، جس شخص نے اپنے آپ کو اس عارضی کمال اور نمود بے بود کے باوجود کامل و خیر خیال کیا وہ نفسِ امارہ کی قید میں پھنس گیا اور قرب کی سعادت سے محروم ہو گیا اور بُعد (دوری) و حرمان (بے نصیبی) کے داغ میں گرفتار ہو گیا پس اس کے لئے پوری طرح ہلاکت ہے اور جس شخص نے عارضی کمالات کو اس کے اہل کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کی دید کے ساتھ متحقق ہوا اُس نے قرب و وصال کی دولت کی طرف ہدایت پائی اور اس نے نیستی کے جال کے ساتھ ہستی کو شکار کیا اور ذلت کی راہ سے عزت کے مقام پر پہنچ گیا پس اس کے لئے شادمانی و خوشخبری ہے اور اس کی پیدائش سے جو کچھ مقصود تھا وہ اس نے پورا کر دیا اور نعمت اس کے حق میں پوری ہو گئی۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا
فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا ایسا شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لئے ۱۲۲

نور پیدا کیا کہ وہ اس نور کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اُس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا عالم یہ ہے کہ ظلمات میں مبتلا ہے جس سے وہ ہرگز نکلنے والا نہیں] یہ آیتِ کریمہ اُس شخص کے حال کو بیان کرتی ہے اور حدیث من قتلته فانا دیته [جس شخص کو میں قتل کروں تو اس کی دیت (خونبہا) میں ہی ہوں] اس کی شان کو ظاہر کرتی ہے اور یہ کمال سید کونین علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباعِ کامل پر موقوف ہے۔ اللّٰھم ارزقنا کمال متابعته و الثبات علی محبته ویرحم اللّٰہ عبدا قال امینا۔ [اے اللہ! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور آپ کی محبت پر ثابت قدمی مرحمت فرما اور اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے آمین کہی]۔ ص ۳۸۳

مکتوب ۲۰۵

میرزا امان اللہ برہانپوری کے نام حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ورائیت اور ولایاتِ ثلاثہ صغریٰ وکبریٰ وعلیا کے بعض کمالات وکمالاتِ نبوت اور جو کمال کہ اس سے اوپر ہے ان سب مجمل ومختصر بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدًا للہ اولاً واخرًا ومصلیا علی رسولہ محمد والہ دائمًا وسرمدًا اما بعد، صحیفۂ شریفہ نے مشرف کیا آپ نے روشن احوال اور بلند واقعات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا اس نے باطنی ذائقے اور عقلی (ذہنی) لذتیں بخشیں اللہ تعالیٰ مزید در مزید عطا فرمائے اور نورٌ علیٰ نور کرامت فرمائے اور دوستوں کے جو حالات وواقعات آپ نے لکھے تھے ان کے مطالعے سے بھی محظوظ حاصل ہوئے: اللّٰھم اکثر اخواننا فی الدین وثبتنا وایاھم علی متابعة سید المرسلین علیہ وعلیھم الصلوات والبرکات الی یوم الدین [اے اللہ! ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر دے اور ان کو اور ہم کو سید المرسلین جن پر تا قیامِ قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں کی متابعت پر ثابت قدم رکھ] امید ہے کہ اسی طریق پر دور افتادہ دوستوں کو یاد کرتے رہیں گے اور تازہ کیفیات وواردات کی اطلاع ارسال کر کے خوشوقت کرتے رہیں گے، ہمت کو بلند رکھیں اور وقائع کو مبشرات جانیں جو کچھ بیداری میں حاصل ہو وہ اس شخص کی ملکیت ہے۔ ع

از ہر چہ می رود سخنِ دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! اس فانی دنیا میں ہم سے اور آپ سے جو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ حق جل وعلا کی معرفت ہے چونکہ مطلوبِ حقیقی آفاق وانفس سے ماوراء ہے (اس لئے) اس کا طالب جب تک آفاق وانفس سے نہ گذر جائے معرفت کی طرف راہ نہیں پاتا اور آفاق وانفس سے گذرنا ایک وجدانی امر ہے جب تک آدمی اس سے نہ گذرے اس کی حقیقت کو جیسی کہ وہ ہے نہیں سمجھ سکتا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا] یہ نسبتِ عالیہ

"نسبتِ جذبہ وسلوک" "معاملۂ دخول وخروج" "اتصال وانفصال" "قرب وبُعد" "غیبت وحضور"
"توحید واتحاد" "لفظ ومعنیٰ" اور "وہم وخیال" سے ماوراء ہے پس وہ سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء
ہے اور یہ ورائیت (ماوراء ہونا) قرب کی جانب میں ہے نہ کہ بُعد کی جانب میں، ہر اس چیز سے جو کہ تصور
کی جاسکتی ہے حتیٰ کہ اس شخص کی ذات سے (بھی) نزدیک تر ہے مشکل ہے کہ محدود عقل اس کا پتہ ص۳۸۲
لگا سکے اور وہم وخیال اس کو محال جانتا ہے اور اپنے آپ سے نزدیک تر تصور نہیں کر سکتا، ورائیت کا
بُعد کی جانب ہونا وہم کی جولانگاہ ہے، فالحق تعالیٰ اقرب فی الوجود وابعد من الوجدان [پس
حق تعالیٰ وجود میں اقرب اور وجدان سے ابعد ہے] یہ کمال ولایتِ کبریٰ کے کمالات میں سے ہے جو کہ انبیاء
علیہم الصلوات والبرکات کی ولایت ہے اور ولایتِ صغریٰ جو کہ اولیا کی ولایت ہے قرب کے مراتب میں
منحصر ہے کیونکہ قرب کی غایت (انتہا) متحد ہونا اور دوئی کا رفع ہونا ہے اقربیت کا معاملہ اس سے زیادہ
نازک ہے اور اتحاد سے گذر جانا چاہئے تاکہ اقربیت رونما ہو۔ ع

لذتِ مے نشناسی بخدا تا نہ چشی (خدا کی قسم جب تک تو شراب کو نہیں چکھے گا اس کی لذت کو نہیں پہچانے گا)

عالمِ امر کے کمالات اس جگہ ختم ہوجاتے ہیں اور اطمینانِ نفس کی حقیقت اس مقام میں حاصل
ہوجاتی ہے اور ولایتِ کبریٰ سے گذرنے کے بعد ولایتِ علیا ہے جو کہ ملاءِ اعلیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات
والبرکات کی ولایت ہے اور اس ولایت کے کمالات سے کامل حصہ عنصرِ خاک کے سوا باقی تین عناصر کے لئے
ہے کیونکہ اس عنصرِ پاک (خاک) کا حصہ کمالاتِ مرتبۂ نبوت سے ہے، ان تینوں ولایتوں (ولایتِ اولیاء وانبیاء
وملائکہ علیہم السلام) سے گذرنے کے بعد کمالاتِ انبیا علیہم الصلوات والبرکات میں سیر شروع ہوتی ہے جو
کہ اصالت کے طور پر انبیا علیہم البرکات والصلوات کا حصہ ہے اور تبعیت کے طور پر ان کے وارثین کو
(بھی) اس سے حصہ ملتا ہے، اس مقام میں عارف صورتِ شریعت سے حقیقتِ شریعت کی طرف ترقی کرتا ہے
اور صورتِ اعمال سے حقیقتِ اعمال تک پہنچتا ہے پہلے ترقیات اعمال کی صورت کے ساتھ وابستہ اور
ان کا نتیجہ تھیں اور اس مقام میں عروج (ترقی) اعمال کی حقیقت کے ساتھ وابستہ ہے اور (عارف) حقیقت
کے ثمرات ونتائج حاصل کرتا ہے یہاں سے کمالاتِ ولایت اگرچہ وہ ولایتِ انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات
ہی کی ہو اور کمالاتِ نبوت میں فرق معلوم کر لیجئے کہ صورت کا حقیقت کے مقابلہ میں کیا قدر واعتبار ہے
پس ہر ایک کے نتائج بھی اسی انداز پر ہوں گے اور اس حالت کے گذر جانے کے بعد ایک ایسا معاملہ پیش
آتا ہے کہ جوارح (اعضا) وقلوب کے اعمال اس مقام میں اثر نہیں رکھتے اور صورت وحقیقت (دونوں)
راستہ میں رہ جاتی ہیں، ترقی اور کمالات کا افاضہ (حاصل ہونا) اس مقام میں محض فضل واحسان کے ساتھ

وابستہ ہے، یہ نہ کہا جائے کہ اس وقت میں عارف کا شریعت سے استغنا لازم آتا ہے اور (حالانکہ) کوئی شخص کسی وقت میں بھی شریعت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ جو کچھ ممنوع ہے وہ تکالیفِ شریعت کا ساقط ہونا ہے اور یہ غیر واقع ہے کیونکہ کامل عارفین (بھی) عوام کی طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اوامر کے بجا لانے اور منہیات سے بچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتے، اس ۳۸۵
کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ شریعت معاملہ کی اصل و بنیاد ہے اور اصل و بنیاد کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے درخت خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے اور عمارت خواہ کتنی ہی اونچی چلی جائے جڑ اور بنیاد سے چارہ نہیں رکھتی، یہ معاملہ بالاصالت انبیاء اولوالعزم علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور ان اکابر کی تبعیت (پیروی) کے طفیل میں دیکھئے کس کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور جب معاملہ تفضل (فضل وکرم کرنا) سے اوپر چلا جاتا ہے تو کمالات کا افاضہ اس مقام میں محبتِ ذاتیہ کی راہ سے ہوتا ہے اور محبت میں دو کمال ہیں محبیتِ ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرتِ کلیم (موسیٰ) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور محبوبیتِ ذاتیہ جو کہ بالاصالت حضرت خاتم الرسل و شفیع الامم علیہ وعلی جمیع الانبیاء واتباعہم الصلوات والتسلیمات والبرکات کا حصہ ہے، معلوم نہیں کون صاحبِ نصیب ہے کہ ان کے طفیل اُن کے اس کمال سے بہرہ یاب ہو اور اُن کے خاص پس خوردہ (جھوٹے) سے کوئی گھونٹ نوش کرے۔

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم   ایں بسکہ رسد ز دور بانگ جرسم

[میں جانتا ہوں کہ جس قافلہ میں وہ ہے میں وہاں نہیں پہنچ سکتا، یہی کافی ہے کہ دور سے جرس (گھنٹی) کی آواز مجھ تک پہنچ رہی ہے]

مختصر یہ ہے کہ یہ تمام قرب و معرفت کے درجات ہیں جس درجہ سے بھی حصہ عنایت فرمائیں بہت بڑی نعمت ہے اور ہمیشہ آنسو بہاتے ہوئے (گریہ وزاری کرتے ہوئے) کریموں کے دسترخوان پر آنکھیں لگا دینی چاہئیں اور صاحبانِ اولش (اہلِ پس خوردہ) سے ہمیشہ امیدوار رہنا چاہئے۔ ع

با کریماں کارہا دشوار نیست   [کریموں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں ہے]

؎ چشم دارم کہ دہد اشکِ مرا حسنِ قبول   آنکہ در ساختہ است قطرۂ بارانی را

[میں امید رکھتا ہوں کہ وہ (اللہ) جس نے بارش کے قطرے کو موتی بنا دیا ہے میرے آنسوؤں کو حسن قبول عطا فرمائیگا]

والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۰۶

حقایق آگاہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کے نام اپنے اور آں قدس سرہٗ کے بعض کمالات کے متعلق اشارات کے بارے میں صادر ہوا۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد حقایق دستگاہ و معارف آگاہ کے خدام سے عرض کرتا ہے کہ اس حدود کے فقرا کے احوال حمد و شکر کے لائق ہیں: المسئول من اللّٰہ سبحانہ سلامتکم واستقامتکم علی جادۃ شیوخکم ظاھراً وباطناً فانہ ملاک الامر ومدار الفیوض وبدونہ خرط القتاد [اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور آپ کے مشائخ کے راستے پر ظاہری اور باطنی طور پر استقامت کی دعا کی گئی ہے پس بیشک یہ کام کی اصل اور فیوض کا مدار ہے اور اس کے بغیر سب بیکار رنج اٹھانا ہے]۔

آج اصحابِ یسار (بائیں ہاتھ والے) چشم براہ ہیں کہ اصحابِ یمین (داہنے ہاتھ والوں) کے ص ۳۸۹
اسرار سے آگاہی پائیں اور ان خزانوں سے کوئی موتی حاصل کریں، امید ہے کہ از راہِ کرم دریغ نہیں فرمائیں گے اور کل پر نہیں چھوڑیں گے اور تلخ دہنوں کو اپنے کریمانہ دسترخوان کی شیرینی سے نوازیں گے ؎

در سرم سودائے شیریں دلبرے ست　　　تلخ کاماں را بشیرینی سرے ست

[میرے سر میں ایک شیریں دلبر کا سودا ہے۔ تلخ کاموں کو شیرینی کا ایک جنون ہے]

امید ہے کہ جب اہلِ یسار کی باری آئے گی اور اس عالم کا معاملہ ظاہر ہوگا سب اس بات کی تمنا کریں گے کہ ان کے راستہ کی گرد کو اپنی چشم بصیرت کا سرمہ بنائیں اور ان کے حُسن کے دسترخوان کے نمک کا ایک ذرہ طلب کریں ؎

آں دارد آں نگار کہ آنست ہر چہ ہست　　　آں را طلب کنید حریفاں کہ آں کجاست

[وہ نگار (معشوق) وہ کیفیت رکھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہے بس وہی ہے اے ہم مشربو اس کو طلب کرو کہ وہ کہاں ہے]

مختصر یہ ہے کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالھا بل تسعمائۃ [ایک نیکی کا دس گنا بلکہ نو سو گنا اجر ملتا ہے] مسلّمہ فیصلہ ہے اس کے بموجب جو کچھ ہو سکے ایثار کریں اور بخل نہ کریں۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [وہ اُن کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو] ورنہ اصحابِ یسار حسبی اللہ حشر ۹
[اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے] کہتے ہوئے صباحت کی نعیم (نعمت و راحت) اور قُلّت (قلیل ہونے) کے سرچشمہ سے ملاحت کی نسیم اور محبت کے گھونٹ پر کفایت کر لیں گے ؎

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا　　　وللعاشق المسکین ما یتجرع

[نعمت والوں کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں اور غریب عاشق کیلئے جو گھونٹ وہ پیتا ہے وہی کافی ہے]

والسلام اولاً و آخراً

؛

مکتوب ۲۰۷

شیخ عبد اللطیف لشکر خانی کے نام وعظ و تذکیر اور نصائح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ محب اپنے لئے اور تمام دوستوں کے لئے اکمل المکونات (محمد مصطفیٰ) علیہ افضل الصلوات و اشمل التحیات والتسلیمات واتم البرکات، کے اتباعِ سنن کے طفیل آفات سے نجات اور تعلقات سے تخلیہ (خالی ہونا) اور قیودات سے قطع تعلق اور سفلیات (پستیوں) سے بلندیوں کی طرف اور بلند درجات سے بارگاہِ صفات کی طرف اور ان سے ذات کی بلند بارگاہ کی طرف تخلص (منتقل ہونا) کی دعا کرتا ہے۔ بھائیوں (دوستوں) سے امید ہے کہ وہ ہوا و شیطان کے اتباع کے باعث لقائے رحمٰن کو فراموش نہ کریں گے اور صحت و امن کے زمانہ کو اللہ المنان کے ذکر کی کثرت کے ساتھ غنیمت جانیں گے اور کچھ وقت قرآن مجید کی تلاوت کے لئے مقرر کریں گے اور ان (برادران) کو جان لینا چاہئے کہ نفس بکثرت برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا ایک بہت بڑی جادوگر محبوبہ ہے اور اس کی لذتیں پسندیدہ ہیں اور آخرت فراموش کی ہوئی چیز ہے اور اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں اور شیطان نقد (حاضر فائدہ) ۳۸۷ کو رواج دیتا ہے اور مفلسی و محتاجی سے ڈراتا ہے، تو کیا عاقل کو خبر نہیں کہ بیشک دنیا عاجلہ (جلدی ملنے والی) ہے، اور اس کا متاع فانی ہے جو واپس نہیں آتا اور آخرت کا فائدہ باقی ہے فوت ہونے والا نہیں ہے کُلُّ امْرِئٍ یَوْمَئِذٍ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ [آج کے دن ہر شخص اپنے اعمال کے ساتھ گروی (پھنسا ہوا) ہے] اپنے جوڑے (دوست) کے ساتھ ہمنشین ہے (وہ ساتھی) یا تو شیطانِ لعین ہے یا حورِ عین ہے تیرے اعمال پر فریاد ہے پھر اس چیز پر فریاد ہے جس کو تو نے ترجیح دی ہے تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے تو نے تعبِ نفس و شغلِ قلب اور ثقلِ حساب کو راحتِ نفس و فراغِ قلب اور خفتِ حساب پر ترجیح دی ہے، تو فانی جسم کی تعمیر میں مشغول ہے اور ظالم نفس کا پیٹ بھر رہا ہے، بارگاہِ سبحانی کی جانب روحانی توجہات کرنے کو فراموش کر دیا ہے، تو نے اپنے قلب کو فانی چیزوں کی یاد اور ان کی لذتوں سے پُر کر دیا ہے اور ابھی تک تجھ کو تیری آرزوئیں حاصل نہیں ہوئی ہیں، عقلمند سے یہ بات تعجب خیز ہے کہ وہ امورِ عاجلہ (دنیاوی کاموں) میں تو تدبیر کا اہتمام کرے اور آخرت کے امور کو تقدیر کے سپرد کر دے، کیا اس کو اس بات کا یقین نہیں کہ امورِ دنیا کی تدبیر ہی تدبیر کو ساقط کر دینے اور امورِ آخرت میں کوشش کرنے اور کوتاہی کو ترک کرنے میں ہے، کیا اس نے یہ نہیں سُنا کہ دنیا کی ہر حاجت کو ترک کرنا ہی

اس کا پورا ہونا ہے (اور آخرت کی حاجتوں کا پورا ہونا ان کو حاصل کرنا ہے) پس اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو دار الغرور (دنیا) کے ساتھ مطمئن ہے اور اس پر خوشی کے ساتھ فریفتہ ہے قبور کی وحشت اور یوم نشور (قیامت) کی شدت کو بھول گیا ہے اور باطل میں ڈوبا ہوا ہے اور کتاب مسطور فی رق منشور سے (اس کتاب سے جو کشادہ اوراق میں لکھی ہوئی ہے) اعراض کر رہا ہے لہو و لعب کی طرف چل رہا ہے اور بیت المعمور کی طرف نہیں چلتا۔ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ [کیا اسوقت کو انسان نہیں جانتا جبکہ قبروں سے مُردوں کو اٹھایا جائے گا اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں ظاہر کیا جائے گا، بیشک ان کا رب اس دن اُن کے احوال سے باخبر ہے] والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔ پ۳۰ ع۲۳

مکتوب ۲۰۸

محمد یوسف خادم کے نام حضرت مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کے مکاشفہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً ومصلیاً، ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بعض ظاہری تفرقوں (عدم حضور) سے جوکہ باہم زندگی بسر کرنے اور مل جل کر رہنے کے لئے لازم ہے تنگ آگئے تو خلوت وگوشہ نشینی کا قصد کیا، فرماتے تھے کہ میں نیت کی تصحیح اور جگہ کے تعین کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور تضرع کر رہا تھا، اس اثنا میں اس طرح ظاہر کیا گیا کہ اچھا اور پسندیدہ و زیادہ مناسب و لائق وہی طریقہ ہے کہ جس پر تو ہے نہ کہ گوشہ نشینی و خلوت گزینی۔ اس دوران میں سرہند پر نظر پڑی، میں نے دیکھا کہ گویا یہ مقام ایک گہرا کنواں ہے اس کنوئیں سے کوئی چیز باہر نہیں آتی پس سمجھ لیجئے، والسلام علی سید الانام آلہ وصحبہ العظام۔

۳۸۸ مکتوب ۲۰۹

میرزا اسماعیل خان بیگ کے نام نصیحت اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اسرار اربابہا کی تعریف میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! دنیا دارِ عمل اور کاشتکاری کی جگہ ہے، عیش و فراغت دارِ آخرت کے لئے تیار کی گئی ہے مقبول بندہ وہ ہے جوکہ اس چند روزہ زندگی کو طاعات کے وظائف سے آباد رکھے اور غفلت کے ساتھ نہ گذارے اور عیش و آرام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ آخرت میں بے فائدہ حسرت و ندامت کے سوا نہیں ہوگا، قلبی ذکر کی اسقدر پابندی کرنی چاہئے کہ وہ دائمی ہو جائے اور دل کی صفت لازم بن جائے

جیسا کہ سننا کان کی صفت اور دیکھنا آنکھ کی صفت ہے اور یہ بات طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں آسان عمل کے ساتھ میسر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سیر کی ابتدا عالمِ امر سے کی ہے اور اس کی نہایت کو بدایت (ابتدا) میں درج فرمایا ہے پس طالبِ صادق کو اس طریقۂ عالیہ کا اختیار کرنا اولیٰ و انسب ہے اور نیز اس طریقہ کے اکابر نے سنت کے اتباع اور بدعت سے اجتناب کو اختیار کیا ہے جو کہ برکات کا ثمرہ عطا کرنے والا اور محبتِ ذاتیہ کا نتیجہ دینے والا ہے جو کہ اہلِ سلوک کا بلند ترین مقام ہے آیتِ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ ۹۵
۳۱ آ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ط [آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا] اسی معنی کی شاہد ہے، والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۲۱۰

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام علم کے دو قسم میں منقسم ہونے اور جو علم واجب سے تعلق رکھتا ہے اور جو علم ممکن سے تعلق رکھتا ہے ان دونوں میں تمیز کے بارے میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والسلام علی سید المرسلین وآلہ اجمعین۔ علم جو کہ انکشاف سے تعبیر کیا جاتا ہے دو قسم پر ہے، ایک قسم یہ ہے کہ انکشاف کے ساتھ احاطہ بھی ہو اور دوسری قسم یہ ہے کہ محض انکشاف ہو اور احاطہ نہ ہو، جو علم ممکن کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول میں داخل ہے اور جو علم واجب سے متعلق ہے وہ دوسری قسم کا ہے اور اس (دوسرے) علم کو "ادراکِ بسیط" کہتے ہیں اور عدمِ احاطہ کی علامت (و نشانی) یہ ہے کہ کیفیت ادراک میں نہ آئے اور رویتِ اخروی (آخرت میں دیدارِ الٰہی ہونا) علم کی قسمِ ثانی کے مماثل
۳۸۹ (مانند) ہے کہ وہاں کیفیت معلوم ہوئے بغیر محض انکشاف ہے اور (کیفیت) معلوم بھی کیسے ہو کہ اس تعالیٰ شانہ و عز برہانہ کی بارگاہ میں کوئی کیفیت نہیں ہے (یعنی کیفیت سے منزہ و پاک ہے) والسلام

مکتوب ۲۱۱

میر محمد خافی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ برادرِ عزیز! وقت بہت ہی عزیز ہے، نہایت عزیز اور اشرف چیز میں صرف ہونا چاہئے اور وہ (چیز) مولائے حقیقی جل شانہ کی عبادت اور اس کے پسندیدہ

کاموں کو بجا لانا اور شرعی محرمات و ممنوعات سے اجتناب کرنا ہے، مالکِ حقیقی کی طاعت و فرمانبرداری کی لذت کو محرمات کی لذت سے زیادہ جاننا چاہیے، کونسی نعمت اس سے زیادہ خوشگوار ہے کہ نعمتوں کا مالک جلّ وعلا اس شخص سے اور اس کے عمل سے راضی ہو جائے اور اس سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی سے زیادہ اور کونسا رنج و غم ہے، وصال کی لذت جناتِ نعیم کی لذتوں سے زیادہ ہے اور جدائی کا غم دوزخ کے عذاب سے بدتر ہے، فطوبی للموفقین وویل للمسوفین [بس توفیق یافتہ لوگوں کیلئے عیش ہے اور ٹال مٹول کرنے والوں کے لئے افسوس ہے] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۲

ملا گل محمد مفتی پشاوری کے نام عزائم امور (اہم کاموں) پر رہنمائی کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

میرے مخدوم! آپ نے عظیم کام سامنے رکھا ہے اور بڑی خدمت کو اختیار کیا ہے اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا خصوصاً زمانہ کے اس حصہ میں بہت ہی مشکل ہے، کمال درجہ کا علم و دانش اور بہت زیادہ تقویٰ دینداری اور حکام و اہلِ اقتدار کی موافقت اس بزرگ کام میں درکار ہے، اہلِ زمانہ کے دل میں اسقدر سستی جاگزیں ہو گئی ہے کہ امر و نہی کو ان کے سامنے بیان کرنا بہت دشوار ہے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے ظہر المفتی جسر جہنم [مفتی کی پیٹھ جہنم کا پل ہے] آپ نے سنا ہوگا۔ حدیث اجرأکم علی الفتویٰ اجرأکم علی النار [تم میں سے فتویٰ پر زیادہ جرأت کرنے والا دوزخ پر زیادہ جرأت کرنے والا ہے] آپ کے کانوں تک پہنچی ہوئی عقلمندوں سے تعجب ہے کہ اس قسم کے نازک کام میں داخل ہوتے ہیں بظاہر ان کی نیت نیک ہوئی اگرچہ ہم نہیں جانتے اپنے اہل و عیال کی خوراک کے لئے کوئی عقلمند جائز نہیں سمجھتا کہ اس طرح کی عظیم ہلاکت میں اپنے آپ کو ڈالے کوئی اور بات ہوگی، اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ [اے ہمارے پروردگار اجبکہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے تو اب ہمارے دلوں کو کج نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۳

ص ۳۹۰

حاجی محمد عارف کے نام درجاتِ ولایت لطائف عالمِ امر اور ان کے مناسب امور اور لطائفِ عالمِ خلق کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، برادر گرامی حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے پہنچ کر خوش وقت کیا، حق سبحانہ و تعالیٰ ہمیشہ ترقیات کے دروازے کھلے رکھے اور اپنی مرضیات کے کسب کے ساتھ سربلند کرے، آپ نے فنائے لطائف حاصل ہونے کے بارے میں لکھا تھا حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذٰلک [اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے]۔

آپ جان لیں کہ ولایت کے پانچ درجے ہیں جو کہ عالمِ امر کے پانچ لطائف کے طے کرنے اور ان لطائف میں سے ہر ایک کے مناسب کمالات تک وصول اور ہر ایک کی فنا و بقا کے حصول سے وابستہ ہیں، اگرچہ نفسِ ولایت ان لطائف میں سے بعض کی فنا کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کا کمال لطیفۂ اخفیٰ کی فنا پر موقوف ہے نیز ہو سکتا ہے کہ لطیفۂ قلب و روح کی فنا حاصل ہو جائے اور ولایت حاصل ہو جائے اور لطیفۂ سِر فنا کی دولت سے بے بہرہ ہو، اور فنائے سِر حاصل ہو جائے اور فنائے خفی و اخفیٰ حاصل نہ ہو، جب کل کو (قیامت میں) حقایقِ اشیاء ظہور کریں گے تو وہ لطیفہ جو اس عالم (دنیا) میں فنا و بقا کو نہیں پہنچا ہے اُن ثمرات و نتائج سے جو کہ فنا و بقا پر مترتب ہوتے ہیں بے بہرہ رہے گا اور اس کچے دانے کی طرح رہ جائیگا جو کہ پختہ دیگ میں رہ گیا ہو، مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا [جو شخص اس ۱۷/۷۲
دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا]

آپ نے لکھا تھا کہ "لطیفہ کے رب (مربی، تربیت کرنے والا) کی سیر بھی واضح ہو گئی، قلب سے کہ جس کا رب (مربی) تکوین ہے ظلالِ تکوین کا دائرہ طے کرا کے ذات سے واقف کرا دیا گیا، قدرت و ارادت میں (بلکہ) ذاتِ بحت تک اسی طرح ہوا اور جب سیر علم میں واقع ہوئی تو میں نے دائرۂ علم کے عجائب کو پایا کہ تمام اشیاء کو احاطہ کئے ہوئے ہیں الخ" میرے مخدوم! آپ نے لطائفِ خمسہ کے اصول میں سے قلب و روح کی اصل میں جو کہ افعال و صفاتِ زائدہ ہیں سیر کی بابت لکھا ہے اور لطیفۂ سر کی اصل کا بھی جو کہ شیونِ ذاتیہ ہے آپ کی عبارت میں احتمال ہے لیکن چوتھے اور پانچویں لطیفہ جو کہ خفی و اخفیٰ ہے کے اصول میں سیر کی بابت آپ نے کچھ نہیں لکھا ہے، ولایتِ عیسوی لطیفۂ خفی سے تعلق رکھتی ہے اور ولایتِ محمدی علیٰ صاحبہا و سائر النبیین الصلوات والتسلیمات اخفیٰ سے متعلق ہے۔ جان لیں کہ عالمِ امر کے پانچوں لطیفوں میں سے ہر ایک
۳۹۱ لطیفہ کو عالمِ خلق کے کسی نہ کسی ایک لطیفہ کے ساتھ مناسبت ہے، لطیفۂ خفی کو خاک کے ساتھ اور خفی کو آگ کے ساتھ اور سِر کو ہوا کے ساتھ اور روح کو پانی کے ساتھ اور قلب کو نفس کے ساتھ مناسبت ہے جب وہ معاملہ جو کہ لطائف عالمِ امر کے ساتھ وابستہ ہے انجام کو پہنچ جاتا ہے اور سیر ان کے اصول اور اصولِ اصول میں پہنچ جاتی ہے تو عالمِ خلق کے کمالات اور ان کے اصول میں سیر پیش آتی ہے، لطائفِ عالمِ امر کو

کمالاتِ ولایت کے ساتھ مناسبت ہے اور لطائفِ عالمِ خلق کو کمالاتِ نبوت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔
آپ نے لکھا تھا کہ "تحقیق کے ساتھ جو کچھ اس فقیر کے کشف میں آیا ہے کہ (اس) فقیر کا مبدأ علم ہے اور میں نے اپنے آپ کو علم میں پایا اور میں نے اسمِ علم کو اپنے سر کے اوپر لکھا ہوا دیکھا"۔ میرے مخدوم! فقیر نے بھی ایک دفعہ اسی طرح پایا تھا اور لکھا ہوا دیکھا تھا اللہ تعالیٰ اس شانِ عظیم الشان (شان العلم) سے کامل حصہ عنایت فرمائے۔ آپ نے فقیر زادوں کے بارے میں جو بشارت پائی اور لکھی ہے واضح ہوئی اُس (اللہ) سبحانہٗ کے کرم سے بعید نہیں ہے۔ انہٗ قریب مجیب [بے شک وہ قریب ہے اور قبول کرنے والا ہے]۔

مکتوب ۲۱۴

مولانا محمد صدیق و مولانا حسن علی کے نام نصیحت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برادرانِ کرام! مولانا محمد صدیق و ملا حسن علی کمالی و اکمال (کامل ہونے اور کامل بنانے) کے درجات پر ترقی حاصل کریں اور کمال نیستی کے ساتھ موصوف ہوں اور آخرت کے اعمال میں جان سے کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ [قیامت کیلئے ہلچل مچا دینے والی حضرت اسرافیلؑ کی پہلی پھونک آ گئی جس کے پیچھے دوسری پھونک ہے] ای جاءت الموت بحذافیرہ [یعنی موت پوری طرح آ گئی] حتی الامکان مخلوق سے یکسو رہیں اور نامرادی (عدم خواہشات) کے خزانے کو غنیمت جانیں، بُرے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت کے ساتھ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے قطع تعلق نہ کریں۔

بکنجِ غارے خلوت گزینم از ہمہ خلق   گر آں لطیف جہاں یارِ غار ما باشد

[اگر وہ لطیفِ جہاں ہمارا یارِ غار ہو جائے تو میں ایک غار کے کونے میں تمام مخلوق سے تنہائی اختیار کر لوں] والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۵

صاحب کمالاتِ صوری و معنوی مخدوم زادگی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہٗ ربہٗ کے نام موت اور نیند کی نسبت کو حیات و بیداری پر ترجیح کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] دنیا دارِ عمل ہے، دارِ بقا آخرت ہے اور آخرت کا معاملہ موت سے

۳۹۲ شروع ہوتا ہے من مات فقد قامت قیامتہ۔ [جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی] پس جو قرب وحالت کہ موت اور اس کے بعد پیش آتی ہے دنیاوی حالت پر کئی درجہ فوقیت رکھتی ہے بعض کاملین ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو النوم اخ الموت [نیند موت کا بھائی ہے] کے مصداق سونے کے وقت میں ایک ایسی حالت پیش آتی ہے جو کہ بیداری کی حالت سے بہتر ہوتی ہے، اگر یہ کہیں کہ نیند تو سراسر غفلت (ہوتی) ہے اس حالت میں اس قرب وحالت کے ظاہر ہونے کے کیا معنی ہیں اور اس کا بیداری کی حالت پر جو کہ عبادت کا وقت ہے فوقیت رکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے (تو) ہم کہتے ہیں کہ خواص کی نیند کا سراسر غفلت ہونا اور عبادت سے خالی ہونا ممنوع (غیر مسلّم) ہے نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] آپ نے سُنا ہوگا من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے ہرگز نہیں جانا]۔

جان لیں کہ نسبت باطن جسقدر ظاہر کے ادراک میں نہ آئے اور اس کی آغوش سے جسقدر زیادہ دور ہو اسی قدر زیادہ جلوہ گر ہوگی، باطن ظاہر سے محجوب (پوشیدہ) ہے اور اس کے مطلع ہونے سے حیا کرنے والا ہے اگرچہ اس کو امداد پہنچتی ہیں لیکن حیا و ناز اور استغنا معشوق کا خاصہ ہے باطن کو ظاہر کے ساتھ وہی نسبت ہے جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ تنہا آفتم زیبائی اوست — بلائے من زنا پروائی اوست

[صرف اس کی خوبصورتی ہی میرے لئے آفت نہیں ہے (بلکہ) میری مصیبت اس کی لاپرائی کی وجہ سے ہے] ظاہر ہمیشہ باطن سے نالاں و گریاں ہے اور وہ اس کے ناز و استغنا سے جگر کباب اور دیدہ پُرآب ہے اس کے باوجود اس کی خدمت گاری میں جان قربان کرتا رہتا ہے اور نیند کے وقت جب ظاہر کو ایک طرح کی غفلت پیش آتی ہے تو باطنی نسبت میدان خالی پا کر بآسانی ہر چیز سے پوری طرح بے حجاب ہو کر ظاہر ہوتی ہے اور سینکڑوں آب و تاب کے ساتھ پردۂ ناز چہرہ سے اتار کر صحنِ گلشن میں اپنے خرام کا اظہار فرماتی ہے، اگر کہیں کہ (اس سے) نیند کی حالت کو نماز کی حالت پر برتری لازم آتی ہے اور حالانکہ نماز مؤمن کی معراج ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کے وقت میں دنیا سے آخرت میں چلا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ (یہ تو) ممنوع کا لزوم ہے کیونکہ نیند کی حالت کی برتری صرف بیداری کی حالت پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ نماز یا اس کے مثل پر جبکہ وہ بیداری کے ساتھ جمع ہو جائے۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۱۶

عمر یخاں کے نام فنا حاصل کرنے پر ترغیب دینے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

سعادت آثار میاں عمر یخاں نے ان دور افتادوں کو اس طرح فراموش کر دیا ہے کہ کبھی کچھ سلام و پیام کے ساتھ بھی یاد نہیں کرتے، ہر حال میں اللہ تعالیٰ جل شانہ (کی یاد و فرمانبرداری) کے ساتھ رہیں اور اس کے ماسوا سے روگرداں رہیں، کوشش کریں کہ ہمیشہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ حضور و ۲۹۳
آگاہی اس حد تک پیدا ہو جائے کہ اس کے ماسوا کا ہرگز کوئی خیال نہ آئے اس طرح پر کہ اگر تکلف سے ماسوا کو یاد کرنا چاہیں تب بھی یاد نہ آئے، اس کے بعد اپنے آپ سے حضور کی اس صفت کی بھی نفی کریں تاکہ مطلوب کا حضور خود بخود میسر ہو جائے اور عارف کا نفس (ذات) درمیان میں نہ رہے، یہ ہے سیر و سلوک کا خلاصہ۔ ع

ایں کار دولت است کنوں تاکرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو عنایت کرتے ہیں]

مکتوب ۲۱۷

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام عینیت و زیادتی وجود کے بارے میں مذہب علماء و صوفیہ کے بیان میں اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ اس مسئلہ شریفہ میں اُن کا اپنا مختار کیا ہے۔

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است [دوست کی جو بات بیان کی جائے پسندیدہ ہے]

میرے مخدوم! حضرتِ وجود اور اس کے تابع کمالات رب معبود جل سلطانہ کا خاصہ ہیں اور ممکن میں جو کچھ دیکھتے ہیں اس مرتبۂ عالیہ سے مستعار و مستفاد ہے، ایک جماعت چونکہ ان کمالات کو ممکن میں مشاہدہ کرتی ہے اور اصالت و ظلیت کے تعلق نے ان لوگوں پر پردہ نہیں کھولا ہے (اس لئے) وہ لوگ ان پوشیدہ کمالات کو اس میں اصالت کے طور پر جانتے ہیں اور وجود کو مشترک معنوی اور بعض مشترک لفظی کہتے ہیں اگرچہ اس کو قادر قدیم کی صنعت کے ساتھ مستند سمجھتے ہیں اور دوسرا گروہ جو کہ اہل سلوک و ریاضت ہیں اور انہوں نے صفائی باطن بلکہ محض موہبت (عنایتِ الٰہی) کی وجہ سے وجود اور تمام کمالات کو واجب الوجود تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ مخصوص سمجھا ہے بلکہ ہر کمال کو اس کا عین جانا ہے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کو وجودِ مطلق یقین کیا ہے اور صحیفۂ کائنات کو اس مطلق کے ظہورات و تقیدات تصور کیا ہے اور چونکہ مقید عین مطلق ہے (اس لئے) وہ توحید وجودی اور اتحاد ذاتی کے قائل ہوئے ہیں اور ممکنات کی صفات و ذوات کو واجب تعالیٰ کی صفات و ذات کے ساتھ متحد جانتے ہیں اور اطلاق اور تقیید کے ساتھ فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں، رباعی:

بر شکلِ بتاں رہزنِ عشاق حق است لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقیید جہاں واللہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

[بتوں (محبوبوں) کی شکل میں عشاق کا رہزن (اپنے اوپر فریفتہ کرنے والا) حق ہے، نہیں بلکہ تمام آفاق میں عیاں (ظاہر) حق ہے۔ جو چیز کہ تقیید کی رو سے جہان ہے واللہ اطلاق کی رُو سے وہی حق ہے]۔ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق مقیدات کے مراتب میں عین مقیدات ہیں اور مقیدات مرتبۂ مطلق میں عین مطلق ہیں۔ رباعی

ہستی کہ ظہور می کند در ہمہ شئے خواہی کہ بری بسوئے او با ہمہ پے
ص ۹۴ رو بر سرِ مے حباب را بیں کہ چساں مے وے بودہ وے بود اندر مے

[جو ہستی (اللہ تعالیٰ) کہ ہر چیز میں ظہور کرتی ہے (اگر) تو چاہتا ہے کہ اس کی طرف سب (اشیاء) کے ساتھ کھوج لگائے تو جا اور شراب کے اوپر بُلبلے کو دیکھ کہ وہ شراب کس طرح بلبلہ بن گئی ہے اور وہ (بُلبلا) کس طرح شراب میں ہے]۔

اور ایک اور (تیسرا) گروہ عنایتِ الٰہی کی پیشقدمی اور محض فضل و کرم کے ساتھ وجود اور تمام کمالات کے اختصاص (اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنے) میں دوسرے گروہ کے ساتھ شریک ہے لیکن وہ حضرات اس (وجود) کو عینِ ذات نہیں کہتے اور ذات تعالیٰ کو اس کے علاوہ ثابت کرتے ہیں اور (ذات کو) اس وجود کا محتاج نہیں جانتے جیسا کہ انھوں نے اس کی تحقیق میں تفصیل کی ہے اور (یہ حضرات) ممکن کے وجود و صفات کو اُس وجود اور اُن کمالات کے ظلال کہتے ہیں کہ عدم کے آئینے میں جو کہ ممکن کی ذات کے درجے میں ہے منعکس ہو کر ظاہر ہو گئے ہیں، پس اس تقریر پر ممکن کی ذات عدم ہوئی کہ (جس نے) کمالات کے انعکاس کے واسطے سے تمام اعدام سے امتیاز حاصل کر لیا ہے بلکہ واجب تعالیٰ جل شانہٗ کے علم میں انعکاس سے پہلے بھی ممتاز رہا ہے اور صفات کمال اس میں ایک عاریت سے زیادہ نہیں ہیں، چونکہ خیر و کمال کا مبدأ وجود ہے اور شر و فساد کا مبدأ عدم ہے اس لئے خیر و کمال سب اس عز و جل کی طرف رجوع کرے گا اور شر و نقص تمام ہی ممکن کی طرف راجع ہو گا کہ اس کی ذات کا مقتضا (یہی) ہے آیت کریمہ مَآ اَصَابَكَ مِنْ
ع ۷۹ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ [جو بھی بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو بھی بُرائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے] اس کی تصدیق کرتی ہے اور دوسرے گروہ کے نزدیک شرارت ذاتیہ کسی چیز میں موجود نہیں ہے اگر ہے تو صرف نسبتی و اعتباری ہے اور تحقیق یہ ہے کہ عدم لاشئے محض ہے اس کا کمالات کے لئے آئینہ ہونا کس معنی سے ہے۔ (یہ بات) اس مکتوب میں جو کہ مخدوم زادگی خواجہ محمد عبید اللہ کے نام اس احقر نے لکھا ہے درج ہو چکا ہے اگر کوئی شبہ باقی رہ جائے تو وہاں رجوع کریں، پس ان بزرگوں کے طریقہ پر ذاتِ ممکن ذاتِ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوئی

کیونکہ اتحاد کا منشا ذاتِ واجب تعالیٰ کو اور ذواتِ ممکنات کے وجوداتِ مقیدہ کو وجودِ مطلق کہنا ہے اور ان حضرات کے طریق پر ان دونوں امر میں سے کوئی ایک امر بھی ثابت نہیں ہوا ہے اگرچہ کوئی دوسرا وجود درمیان میں نہیں آیا ہے ایک ہی وجود ہے کہ جس نے ظلیت کے طریق پر اتنی جگہ ظہور فرمایا ہے۔ پس تیسرا گروہ وحدتِ وجود کے قول میں دوسرے گروہ کے ساتھ شرکت رکھتا ہے لیکن وہ حضرات اتحاد کی طرف گئے ہیں اور یہ حضرات اس طرف نہیں گئے، ان کے طریق پر وحدتِ وجود اس معنی میں ہے کہ وجود حضرتِ معبود کا خاصہ ہے ممکن فی نفسہٖ وجود سے خالی ہے ایک عدم ہے کہ جس نے انعکاس کے سبب سے کمالاتِ ظہور پیدا کرلئے ہیں لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ جلّ سلطانہ کی صنع سے ہے (اس لئے) خلل سے محفوظ ہے اور ابدی معاملہ اس کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے وحدتِ وجود ہوگا اور ممکن میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے ساتھ واجب تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہوتا، کسی نے خوب کہا ہے ؎

۳۹۵ نہ آں ایں گردد و نہ ایں آں شود ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

(نہ وہ یہ ہوجاتا ہے اور نہ یہ وہ ہوجاتا ہے (یہاں یعنی سی) تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں) اور اس عدم سے اتحادِ تغیر (متضاد چیزوں کا متحد ہونا) جو کہ ہمسری کو لازم کرنے والا اور شرکت و مساوات کا موجب ہوتا ہے لازم نہیں آتا کیونکہ نیست کو ہست کے ساتھ کونسی ہمسری ہے اور شر و نقص کو خیر و کمال کے ساتھ کیا شرکت و مساوات ہے اس کی بود (ہونا) نمود (ظہور) میں ہونے کے سوا نہیں ہے اس بُود سے کیا حاصل ہوتا ہے اور اس نمود سے کیا کھلتا ہے اگر خیر و کمال اس میں نمودار ہے تو وہ سب بارگاہِ ذوالجلال سے مستفاد و مستعار ہے والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۲۱۸

ہمت خاں کے نام اس بارے میں کہ عارف کے لئے تمام امور ترقی کا زینہ ہوجاتے ہیں اور آیت کریمہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ کی تاویل میں تحریر فرمایا۔

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، طاعات و عبادات سے مقصود اور سلوک و ریاضات سے مطلوب حقیقت میں یہ ہے کہ سالک اپنی ذات کے عدم ہونے کو جان لے اور سمجھ لے اور وجدانِ خاص سے یہ بات معلوم کرلے کہ ہستی اور جو کمالات کہ اس کے تابع ہیں وہ حق جل سلطانہ کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہیں، اور جہاں کہیں ان کا توہم ہوتا بھی ہے تو وہ اسی (حق تعالیٰ) کا اثر و نمونہ ہے پس تیز نگاہ شخص جس جگہ ہستی کو دیکھتا ہے اس کی ہستی کا پتہ نشان دیتا ہے اور جہاں کہیں حسن و کمال پاتا ہے اس کو

ذاتِ لایزال (جل جلالہ) کے حسن و کمال کا زینہ قرار دیتا ہے بلکہ شرور و نقائص کو بھی اس تعلق کی بنا پر کہ اس کی نمایاں قدرت کا اثر ہے اس کے مؤثر (اثر پیدا کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ) کا زینہ بناتا ہے، اس صورت میں سالک کو کوئی چیز مطلوبِ حقیقی سے روکنے اور ہٹانے والی نہیں ہے اور خطرات جو کہ تفرقہ کا سبب ہیں اثر و مؤثر کے تعلق سے مقصد کی طرف ایک راستہ اور جمعیت کے لئے ایک وسیلہ ہیں ؎

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق بود باده گر خام بود پخته کند شیشۂ ما

[ہمارے دل میں دنیا کا غم معشوق کا غم بن جاتا ہے، اگر شراب کچی ہو تو ہمارا شیشہ (صراحی) اس کو پختہ کر دیتا ہے]

شاید کہ آیت کریمہ وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ [اور اپنے رب کو یاد کر جبکہ تو بھول جائے] میں اس مراقبہ کی طرف الکہف ۲۴
اشارہ ہے یعنی جو چیز کہ بھول اور غفلت کا سبب ہے تو اس کو حجاب کے عنوان کے ساتھ تصور مت کر کہ تو بھولنے والوں اور محروموں میں سے ہو جائے، بلکہ اس کو مذکورہ بالا تعلق کے ساتھ مطلوب کی طرف ترقی کا زینہ بنا، پس اس تقدیر پر اِذَا نَسِیْتَ کے معنی اذا باشرت اسباب النسیان [جب نسیان کے اسباب کے ساتھ تیرا سابقہ پڑے] ہوا اور نیز نوم العلماء عبادۃ [علماء کا سونا عبادت ہے] اسی معنی میں ہے، ہو سکتا ہے کہ جو کچھ دوسروں کے لئے سدِّ راہ ہے وہ ان کے لئے ہادی و شاہراہ ہے اور کسی چیز کے ساتھ اس سے ط ۳۹۶
عاجز نہیں ہوتے اور ہر چیز کو وصول کا زینہ بناتے ہیں۔ آیت کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ
عَن ذِكْرِ اللَّهِ [یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی] میں ان کے النور ۳۷
حال کا بیان ہے، اور لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الآیۃ [اُن کو التوبہ ۱۲۰
اللہ کی راہ میں پیاس یا محنت یا بھوک کی جو بھی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے] اُن کا پتہ دینے والی ہے، اُن کی دنیا نے آخرت کا حکم لے لیا ہے، اُن کی آخرت (کے احوال) سے کیا بیان کرے، جہاں تک ہو سکے آپ اس عظیم دولت کو ہاتھ سے نہ دیں اور جہاں کہیں اس عنایت کی بو پہنچے اس کے پیچھے چلے جائیں۔ آج ہر چیز حاصل ہو رہی ہے اور طالب بے قرار پر آمد و رفت کی راہ کشادہ ہے کل (مرنے کے بعد) جبکہ خوشی کے دروازے فطرت سے کام نہ لینے والے شخص پر مسدود ہو جائیں گے بے فائدہ ندامت کے سوا کچھ اضافہ نہیں ہوگا۔ واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل [اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے] کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی

درجہاں شاہدی و ما فارغ درقدح جرعۂ و ما ہشیار
بعد ازاں دستِ ما و دامنِ دوست بعد ازیں گوشِ ما و حلقۂ یار

[دنیا میں ایک شاہد (معشوق) ہے اور ہم بے پرواہ ہیں پیالہ میں کچھ شراب ہے اور ہم ہشیار ہیں، اس کے بعد ہمارا ہاتھ دوست کا دامن پکڑے گا اور ہمارے کان میں معشوق کی غلامی کا حلقہ پڑا ہوا ہوگا] والسلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

مکتوب ۲۱۹

کمترین درویشاں محمد عبید اللہ کے نام اُن معارف کے بیان میں جو نزول سے متعلق ہیں اور بشر کے شہود کی فرشتے کے شہود پر فضیلت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

جو عارف کہ وصول کی منزلیں طے کر کے اپنے اصول تک پہنچ چکا ہے، جب اس کو دنیا میں واپس لوٹانا اور ہدایت و ارشاد کے لئے نزول کے ساتھ مشرف کرنا چاہتے ہیں تو قدم (قدامت) کے انوار کی شعاعوں میں سے ایک نور اس کے قلب میں جو کہ غیب ہویت کا دریچہ ہے رکھتے ہیں اور اس نور کے ساتھ جو کہ مرتبہ وجوب سے مستفاد ہے ایک بقا عطا کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ عارف اس نور کے ساتھ پوری طرح منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رنگ کے ساتھ رنگا جاتا ہے اور طالبوں کو بھی اس رنگ کے ساتھ رنگ دیتا ہے اور جب تک یہ عارف اس دنیاوی زندگی کی قید میں مقید اور بدنی تعلقات کے ساتھ متعلق ہے اُس ودیعت کئے ہوئے شعلہ (محبت) کے ساتھ خوش اور کُلی سے جزئی کے ساتھ قانع ہے اور المجاز قنطرۃ الحقیقۃ [مجاز حقیقت کا پل ہے] کے مطابق مجاز میں بھی جب عشق انتہائی کمال تک پہنچ جاتا ہے اور عاشق اپنے اندر معشوق کا کوئی نشان پاتا ہے اور معشوق کے آثار (نشانات) عاشق کے ویرانے (باطن) میں ظاہر ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اسی نشان سے وہ خوش ہو جائے اور معشوق سے روگردانی کر لے جیسا کہ مجنون عامری کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب لیلیٰ اس کے نزدیک ہوئی تو اس نے کہا تو مجھ سے دور ہو جا کیونکہ تیری محبت نے مجھ کو تجھ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

۳۹۰ ؎ گفت رو رو کہ آں چنانم من — کہ بجز عشق تو ندانم من
عشق تو اے نگار فرزانہ — آں چناں کرد در دلم خانہ
کہ ترا ہم نماند گنجائی — بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی

[اُس نے کہا تو چلی جا تو چلی جا کہ (اب) میری یہ حالت ہے کہ میں تیرے عشق کے سوا کچھ نہیں جانتا، اے دانشمند محبوب! تیرے عشق نے میرے دل میں اس طرح گھر کر لیا ہے کہ تیرے لئے بھی اس میں گنجائش نہیں رہی ہے اس کے بعد میں تنہائی میں زیادہ خوش ہوں]۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ اس نزول میں جو کچھ عارف مرجوع کا مقصود ہوتا ہے جب وہ اس کو انجام تک پہنچاتا ہے اور اس کے وصال کا وقت آپہنچتا ہے اور بدن کی رفاقت سے کہ جس کے ساتھ ایک مدت تک الفت اختیار کئے ہوئے تھا روگردانی کرتا ہے اور اللھم الرفیق الاعلیٰ [اے اللہ جو کہ رفیقِ اعلیٰ ہے] کی صدا بلند کرتا ہے اسوقت الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] کے مصداق پوری طرح بارگاہِ قدس عظمت جلالتہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور شہودِ جزئی کے کوچے سے رہائی پاکر شہود کُلی کے میدان میں خرام ناز ہوتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم السلام اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرنے والے ہیں اور ہمیشہ شہودِ کُلی رکھتے ہیں لیکن جو شہود کہ انسان کو اس مرتبہ میں میسر ہوا ہے فرشتے کے شہود سے بلند ہے بلکہ جو شہود کہ عارف کو دنیا میں حاصل ہوتا ہے اگرچہ جزئی ہے لیکن وہ ایک ایسی خصوصیت رکھتا ہے جو کہ فرشتے کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کے مشہود جزئی کو جزء کی مانند کر دیا گیا ہے اور انسان کو اس کی ذات سے گذار کر اُس جزئی کے ساتھ بقا بخش دی گئی ہے اور فرشتے کا مشاہدہ اس طرح کا نہیں ہے کیونکہ وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے اور اپنے مشہود سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتا، شتان مابین المشاھدتین [ان دونوں مشاہدوں میں بہت فرق ہے]۔

سنئے، وہ جو اوپر مذکور ہوا کہ انسان کا مشہود جزئی ہے (یہ) مراتب نزول کے مرتبۂ اول میں ہے اگر مراتبِ نزول کے خصائص میں سے کہ انسان جن کے ساتھ ممتاز ہے تھوڑا سا بھی بیان کرے اور انسان جو کہ افضل الخلائق ہے کے پوشیدہ کمالات اور مخصوص اسرار کو نمایاں کرے تو قریب ہے کہ نزدیک والے لوگ دُوری تلاش کریں اور واصلین ہجر کی راہ اختیار کریں ؎

ومن بعد ھذا ما یدق صفاتہ وما کتمہ احظی لدیہ واجمل

[اور اس کے بعد وہ مقام ہے کہ جس کی صفات کا بیان بہت مشکل ہے اور وہ مقام ہے جس کا چھپانا اس کے نزدیک زیادہ مناسب وبہتر ہے] والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۲۰

مولانا محمد تقی کے نام، اس بیان میں کہ کفار کیلئے دوزخ میں پورا پورا بدلہ ہے اور ان کے حق میں (ایک) بشارت کے ذکر میں تحریر فرمایا۔ ۳۹۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کمال واکمال کے درجات تک پہنچائے (آپ کے) مکتوب مرغوب میں

درج تھا کہ "اس (اللہ) جل ذکرہ کے فضل و احسان کے مشاہدہ کا غلبہ کفار کی تعذیب (عذاب دینے) پر تعجب کا باعث ہوتا ہے اور تعجب کو دُور کرنے کے لئے اس قدر دل میں آتا ہے کہ اس تعذیب میں بھی رحمت ہے کہ تعذیبات سے اوپر عذاب نہیں دیا جائے گا جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

روم بدوزخ و شکر بہشت باید گفت کہ ایں بمزدِ مکافاتِ من بہشتِ من است

[میں دوزخ میں جاتا ہوں اور بہشت کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ یہ میرے بدلے کی مزدوری میں میری بہشت ہے]

میرے مخدوم! حق سبحانہٗ نے قرآن مجید میں کافروں کے عذابوں کو جزائے وفاق (پورا پورا بدلہ) فرمایا ہے پس جسقدر عذاب و عقاب (سزا) کے یہ بد دین مستحق ہیں ان سے فروگذاشت نہیں ہوگی اور عمل کے موافق سزا کو پہنچیں گے جبکہ حق سبحانہ و تعالیٰ تعذیب کے تمام درجات پر قادر ہے اور یہ لوگ (کفار) اس کے مستحق ہیں اور رحمت سے مایوس ہیں تو پھر وصولِ رحمت اور درجاتِ تعذیب میں سے کسی درجہ کی فروگذاشت کا ہونا کس راستے سے ہوگا ہاں اُن اہلِ توحید کے بارے میں جو کہ دوزخ میں جائیں گے یہ قول بظاہر گنجائش رکھتا ہوگا کیونکہ وہ رحمت سے مایوس نہیں ہیں اور امیدوار ہیں اور جو بزرگ کہ شعر مذکور کے کہنے والے ہیں چونکہ اہلِ توحید میں سے ہیں اور رحمت کے امیدوار ہیں اگر اس طرح کہتے ہیں تو کچھ بعید نہیں ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد ہے کہ آپ (اپنے) خط کے آخر میں متنبہ ہوگئے ہیں اور لکھا ہے کہ "چونکہ شرع کی اصطلاح میں یہ اطلاق جائز نہیں ہے اس توجیہ اور اس استعجاب سے استغفار کرتا ہے" اور جس واقعہ میں آپ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت دلوائی ہے اور آپ اچک لینے والی بجلی کی طرح پُل صراط سے گذر گئے ہیں اور مخلوق کو پل صراط سے گذارنے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے" بہت بلند و روشن بشارت دینے والا ہے حق سبحانہٗ و تعالیٰ قوت سے فعل میں لائے، اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ [بیشک وہ قریب اور قبول کرنے والا ہے]۔ یہ مکتوب لکھتے وقت متوہم ہوا کہ ایک خلعت اس جانب سے آپ کو پہنچا ہے پورا غور واقع نہیں ہوا کہ یہ خلعت کس بارے میں ہے ظاہر یہ ہے کہ ہدایت و ارشاد کا خلعت ہے لیکن ہدایت و ارشاد جزئی اور ایک بقعہ (حصہ) کیلئے ہوگی دوسرے بقعہ کیلئے نہیں ہوگی نہ کہ مطلق ہدایت و ارشاد۔ والسلام علیکم۔

مکتوب ۲۲۱

ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام اس عارف کی بلند ہمتی کے بیان میں جو کہ محبوبیت سے بہرہ ور ہے اور اس کے مناسب معارف کے بیان میں تحریر فرمایا

۳۹۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات [حمد وصلوٰۃ وتبلیغ دعوات کے بعد] سیادت ونقابت دستگاہ مخدومی ملاذی کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ اس جانب کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم وعافیتکم واستقامتکم [اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کی سلامتی وعافیت واستقامت کی دعا کی گئی ہے] جن معاملات کے ساتھ اس عالمِ فانی میں تسلی دیتے اور خوش رکھتے ہیں اُن میں سے کیا بیان کرے کہ ایک شبح (صورت) سے زیادہ نہیں ہیں اور نمونہ ہونے سے زیادہ کچھ حصہ نہیں رکھتے اور انتزاعات (نکالی ہوئی چیزوں) کے دائرے سے قدم باہر نہیں نکالا ہے، کوئی بلند ہمت شخص اس قسم کی چیزوں کے ساتھ والہ وشیفتہ نہیں ہوتا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ [کیا اور بھی ہے] کہتے ہوئے منتزع منہ (جس سے نکالی گئی ہے) کی طرف دوڑتا ہے، اگرچہ یہ بھی تعبیری ہے اور وہ سبحانہ وتعالیٰ تعبیرات سے ماوراء ہے لیکن کیا کیا جائے کہ عبارت کا میدان تنگ ہے وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ [اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے] اور چونکہ منتزع منہ کا احاطہ (دائرہ) بشر کی طاقت سے باہر ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا [اور مخلوق علم کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی] پس مجبوراً جو کچھ اس مرتبہ سے حاصل کریگا وہ ضرور اس کی استعداد ودریافت کے ساتھ مقید ہوگا مطلق ان قیود سے معرا (خالی) ہے اور ان تقیدات سے مبرا (پاک) ہے پس بلند ہمتی کا تقاضا حصول ووصول کی تمنا کا نہ ہونا ہے کیونکہ وصول بھی واصل کے حوصلے کے اندازے سے ہے۔ ع

ق ۵۰: ۳۰ — ۲: ۲۶۸ — ۲۰: ۱۱۰

آں لقمہ کہ در دہان نگنجد طلبد [وہ لقمہ طلب کرتا ہے جو منہ میں نہیں سماتا]

اور ظاہر ہے کہ جو چیز ممکن کی استعداد ودریافت کے ساتھ مقید ہے وہ مطلق محض نہیں ہے، اگرچہ ممکن اپنے آپ سے رہائی حاصل کر چکا اور اپنی اصل کے ساتھ مل گیا ہو اور فنا وبقا کے ساتھ متحقق ہو گیا ہو کیونکہ اس کی اصل بھی تقیید (مقید ہونے) کے بغیر نہیں ہے اور یہی حال اصل الاصل کا ہے "الیٰ ماشاء اللہ تعالیٰ" اور اگر صدیوں کے بعد ہزاروں میں سے کسی ایک کی حقیقت کو آں سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت کے ساتھ کچھ انطباق واتحاد حاصل ہو جائے اور اس مرتبۂ عالیہ کے ساتھ فنائے اکمل حاصل کرنے کے بعد کچھ بقا پیدا کر لے تو چونکہ وہ حقیقت بھی اطلاقِ صرف سے نیچے ہے (اس لئے) وہ بھی اطلاقِ صرف سے بہت کم حصہ پائے گا کیونکہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بزرگی کے باوجود امکانِ ذاتی سے رہائی نہیں پائی ہے اور وجوب کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے ہیں پس لازمی طور پر اُن (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقیقت واجب لذاتہ کی حقیقت سے نیچے ہوگی اور جس قدر امکان ممکن میں باقی ہے اطلاق محض سے اسی قدر عدمِ حصول پایا جائے گا۔ چونکہ آنسرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بلند ہمتی میں

فردِ کامل تھے اور ان کمالات اور بزرگیوں کے باوجود جو کہ آپ کو حاصل تھیں خوش اور مسرور نہیں تھے شاید اسی لئے آپ کے حال سے اس طرح خبر دی گئی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۳۰۰ بارک دائم الحزن متواصل الفکر [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہتے تھے] کیونکہ کمالِ محبت کا تقاضا محب و محبوب کے درمیان سے دوئی کا دور ہو جانا ہے اور یہ محال ہے اور اس سے قلبِ حقایق (حقیقتوں کا بدل جانا) لازم آتا ہے پس دائمی حزن دامنگیر ہوا شیخ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

نمی بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت او فقرِ کل تو رنج کم بر

[کیا تو نہیں دیکھتا کہ پیغمبر جیسی عظیم ہستی کو کامل فقر حاصل نہیں ہوا اس لئے تو بھی رنجیدہ نہ ہو] فقرِ کل سے مراد بشریت و امکان سے کُلّی انخلاع (پوری طرح نکل جانا) ہے۔ سوال: اَو اَدنیٰ کے معاملہ میں عدم عین سے اور اثر ممکن سے زائل ہو جاتا ہے اور وجودِ صرف کے سوا اس میں کچھ نہیں رہتا پس چاہئے کہ وجوب کے ساتھ متحقق ہو جائے کیونکہ امکان عدم کی آمیزش کے ساتھ وابستہ ہے"۔ ہم کہتے ہیں کہ مقدمۂ اخیر ممنوع ہے اس لئے کہ صفاتِ واجبی جل سلطانہٗ عدم کی شان سے پاک ہیں اس کے باوجود چونکہ ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ احتیاج رکھتی ہیں (اس لئے) امکانِ ذاتی سے مبرا (پاک) نہیں ہیں اور اس عارف کا وجود صفاتِ اضافیہ کے مرتبہ میں موجود ہے اگرچہ اس کا وجود ممکنات کے تمام افراد سے جدا ہے اور صوری (ظاہری) مشارکت کے سوا ان کے درمیان اور کچھ ثابت نہیں ہے اور اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ عدم کا زوال اور وجوب کا حصول اس عارف کے حق میں چونکہ کسب سے ہے جو کہ سیر و سلوک اور فنا و بقا سے حاصل ہوا ہے وجوب لذاتہ نہیں کہ حقیقت کا بدل جانا لازم آئے اور وجوب بالغیر دائرہ امکان میں داخل ہے اور استحالہ (محال ہونا) نہیں رکھتا، یہ کمال بلند ہمتی جو کہ اوپر بیان ہوئی مقامِ محبوبی سے وابستہ ہے کیونکہ محب جو کہ ہمیشہ محبوب کے مشاہدہ کا طالب ہے اور اس کے وصل و اتصال (ملاپ) کا ہر وقت متلاشی ہے کہاں اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ محبوب کا کچھ پرتو (سایہ) اس پر ظاہر ہو اور وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں ؎

ببوئے تو از جا جہم مست و بیخود ز ہر سو کہ آواز پائے بر آید

[جس طرف سے کسی پاؤں کی آواز آتی ہے میں تیری خوشبو سے مست بیخود ہو کر اپنی جگہ سے اس طرف چل پڑتا ہوں] مُحِب (محبت کرنے والا) محبوب کے جلال و جمال کے آثار و افعال و صفات پر شیفتہ ہے محبوب ہی ہے جو کہ اصل سے کچھ نشان (پتہ) رکھتا ہے اور اس گرفتاری کے باعث دوسرے امور کی طرف متوجہ نہیں ہے اس قسم کے بزرگ کو عالمِ اخروی میں بہت سی امیدیں ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ہیں۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے اور کہتے ہیں کہ آنسرور دین و دنیا علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ اس عالم میں ہمیشہ غمگین اور متواتر فکر مند رہے ہیں لیکن ہم امیدوار ہیں کہ عالم اخروی میں آپ کے ساتھ وہ معاملات پیش آئیں گے جو کہ اس حزن و فکر کو دور کر دیں گے کیونکہ وہ مقام حزن و اندوہ کا مقام نہیں ہے حزن و اندوہ کا مقام یہ عالم فانی ہے جس قسم کا حزن و اندوہ بھی ہو، اس جگہ کا حزن و اندوہ اس جگہ میں فرحت و سرور کا وسیلہ ہے۔ روایات میں ہے کہ دو حزن ایک دل میں جمع نہیں ہوں گے یعنی ایک حزن دنیا میں اور ایک حزن آخرت میں، اگرچہ دوئی کا رفع ہو جانا محال ہے لیکن ایک امر عطا فرماتے ہیں جو اس بلندیٔ ہمت و فطرت کے باوجود آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلی اور رضامندی کا باعث ہو اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ امر کیا ہوگا اور آیہ کریمہ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ [اور بیشک آخرت کی زندگی تیرے لئے پہلی زندگی سے بہتر ہے اور عنقریب تجھ کو تیرا پروردگار وہ کچھ دیگا جس سے تو راضی ہو جائیگا] اس معنی کی شاہد ہے اور اس مقام کی رضا جس کا کہ آیت کریمہ میں وعدہ کیا گیا اور بشارت دی گئی ہے حزن و اندوہ کے منافی ہے اگرچہ مطلق رضا اس کے ساتھ منافات نہیں رکھتی اور (یہ بات) ثابت ہے کہ ہر وہ کمال جو کہ خاص طور پر نبی کو حاصل ہوتا ہے اس نبی کے کامل متبعین کے لئے اس کمال سے وراثت کے طور پر حصہ ہے خواہ وہ اس عالم (دنیا) کا کمال ہو یا اس عالم (آخرت) کا کمال ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ کی ابتدائی تمہید موت سے (شروع) ہوگی الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب [موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے] اور اس معاملہ کا ایک پرتو اور نمونہ اگر نماز میں بھی جو کہ مومن کی معراج ہے اور دنیا سے قطع تعلق کرنا اور آخرت کے ساتھ مل جانا ہے متحقق ہو جائے تو گنجائش رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حجاب جو بندہ اور اللہ تعالیٰ جل و علا کے درمیان ہے نماز کی ادائیگی کے وقت میں دور کر دیا جاتا ہے اور نماز کے باہر گویا بیکار و معطل ہے مگر یہ کہ نماز کی حالت کا کچھ پرتو نماز کے باہر بھی باقی رہے۔ مختصر یہ ہے کہ وصل اور خوشی کا مقام آخرت ہے اور تردد و نایافت کا مقام دنیا ہے، اس مقام کا بہترین ساز و سامان درد و اندوہ ہے آرام یہاں کی بے آرامی میں ہے اور آرام و وصل یہاں طلب کرنا اور اس کے ساتھ خوش رہنا بے حاصلی سے ہے، ملاقات کا مقام آخرت ہے مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ [جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے تو (جان لے کہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ساعت ضرور آنے والی ہے] یہ عالم اس عالم کے لئے کھیتی سے زیادہ نہیں ہے کھیتی میں جس قدر زیادتی اس عالم میں کی جائیگی بے اندازہ ثمرات کی توقع ہے، یہ گھر (دنیا) عمل کا گھر ہے، بدلہ کا گھر آگے آنے والا ہے عمل کے وقت میں جزا طلب کرنا لاحاصل ہے، والسلام علیکم وعلی من لدیکم۔

مکتوب ۲۲۲

یہ بھی ارشاد پناہ میر محمد نعمان کے نام آیۂ کریمہ وقدمنا الآیہ کی تاویل وغیرہ میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، کریم وقہار (اللہ تعالیٰ) سے امیدوار ہے کہ اس
ہیکلِ امکانی (جسم) کی طرف منسوب اخلاق کو احدیتِ جلالت کے طلوع سے ہَبَآءً مَّنْثُوْرًا [خاک کے اڑتے ۲۰۲
ہوئے ذرات] کردے اور تجلیاتِ رحمٰن اور وارداتِ منان (اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کیفیات) کے قدوم (ظہور)
سے اس ویرانہ کو رہائش گاہ و آباد بنادے، اور (قرآن پاک میں) وارد ہوا ہے وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ
عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا [اور ہم اُن کے اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے تو ہم اُن (اعمال) کو خاک کے اُڑتے ہوئے پ ۱۹ ۲۵/۲۳
ذرات جیسا کردیں گے] پس جب وہ نسبتوں سے چھوٹ گیا اور خالی ہوگیا اور اپنے عین کے تخت پر جلوہ گر
ہوگیا اور اُس نے اپنی دلہن کے چھپر کھٹ میں اغیار سے فارغ ہو کر کہا اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ [جنت والوں کیلئے]
یعنی جو کہ اپنی قیود کے مقامات سے فارغ ہیں (اور) وصال واطلاق کی جنت کا قصد کرنے والے ہیں
یَوْمَئِذٍ [آج کے دن] (یعنی) رہائی اور قطع تعلق کے دن خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا [بہترین ٹھکانا ہے] کیونکہ تختِ عین
پر متمکن ہونا اس کی استعداد کے مراتب میں کمال ہے وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا [اور دوپہر کے قیلولہ (آرام) کے لئے بہترین
جگہ ہے] اپنے حبیبِ متعال (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ تنہا ہو کر، پس (قرآن مجید میں) وارد ہوا ہے وَتَحْسَبُهُمْ
اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ [اور (اے دیکھنے والے) تو خیال کرے گا کہ وہ پ ۱۵ ۱۸/۱۸
جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سورہے ہیں اور ہم ان کو دائیں طرف اور بائیں طرف کروٹ دلاتے ہیں] پس وہی احوال و افعال
میں تبدیلی لانے اور تصرف کرنے والا ہے پس وہ اس کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی زبان سے
کلام کرتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ [جس دن آسمان شق ہوجائے گا] (یعنی) طبائع و
موانع کا آسمان بِالْغَمَامِ [بادلوں کے ساتھ] (یعنی) عزت وکبریائی کی قناتوں کے ورود کے ساتھ وَنُزِّلَ
الْمَلٰٓئِكَةُ [اور فرشتے نازل کئے جائیں] (یعنی) وارداتِ وہبیہ اور الہاماتِ غیبیہ تَنْزِيْلًا [بکثرت نازل ہوں گے] پ ۱۹ ۲۵/۲۵
امانتوں کو ان کے اہل کی طرف لوٹانے کے بعد اپنے پاس سے زندگی اور اخلاق عطا کرنے کے لئے۔
حدیث قدسی میں ہے من قتلتہ فانا دیتہ [جس کو میں قتل کروں اس کا خونبہا میں خود ہوں] پس اس وقت
طبائع مختلفہ کی مملکت میں اُس کے سوا کسی کے لئے بھی تصرف نہیں ہے پس وہی فاعل ہے اس کے سوا
اور کوئی فاعل نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں جو اس کو کرتا ہو، اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ [بادشاہت

آج کے دن) (یعنی) مقتول کی دیت کے دن یا الحقؒ (حقیقی بادشاہت) بخلاف اس کے کہ اُس کے قوی اُس کے نفس کے آلہ کار تھے لِلرَّحْمٰنِ (رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) پس تجلی مفنیؑ (فنا کرنے والی جس کا ذکر پہلے ہوا) جلالی ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ [بے شک والیانِ ملک جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ و برباد اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کر ڈالتے ہیں] اور یہ تجلی رحمانی ہے حق اور بقا عطا کرنے والی ہے پس پہلی (تجلی) میں علم و عین میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حجاب ہے اور دوسری (تجلی) میں حجاب مرتفع ہو گیا اور لب اللباب کے ساتھ متحقق ہو گیا۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوات والبرکات العلیٰ۔

مکتوب ۲۲۳

شیخ فیض اللہ بنگالی کے نام اُن شبہات کے حل میں جو کہ اُنھوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہٗ) کے کلام پر کئے تھے اور بیچونی کے معاملات منکشف ہونے کی کیفیت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ آپ نے دریافت کیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض عبارتوں میں مرتبۂ اصل کے بیان میں یہ جو ۲۰۳
لفظ مرکز و محیط اور اس کے مثل واقع ہوتا ہے کس معنی میں ہے اور اسی طرح حضرتِ عالی کی عباراتِ شریفہ میں واقع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے مقامات مرتبۂ اصل میں ہیں ہر ایک کا مقام دوسرے سے ممتاز ہے، یہ عبارتیں بھی تجزی (اجزا والا ہونا) کا وہم پیدا کرتی ہیں۔ تعالی اللہ عن ذلک [اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بلند ترین ہے]۔

آپ جان لیں کہ مرتبۂ اصل میں جس طرح کہ اجمال اور بساطت (بسیط ہونا) ہے اسی طرح تفصیل و وسعت بھی ثابت ہے لیکن وہ اجمال و تفصیل نہیں جو کہ ہماری سمجھ میں آسکے اور نہ وہ وسعت و بساطت جو ہمارے حوصلہ کے لائق ہو، وہ تجزی و تحدید (اجزا والا اور محدود ہونے) کا باعث ہے بلکہ اس مقام کا اجمال اور اسی طرح اس مرتبہ کی تفصیل ذاتِ اقدس کی طرح بیچون و بیچگونہ (بے کیف و قیاس) ہے، یہ معاملہ نظرِ عقل کے طریقہ سے ماوراء ہے کیونکہ جو کچھ چون کے حوصلہ میں سما جائے وہ چون ہوگا اس لئے کہ چون کو بیچون کی طرف راہ نہیں ہے پس (اس سے) دوسرا سوال دور ہو جاتا ہے، رہا پہلے سوال کا جواب، تو جان لیں کہ ہر ایک پیغمبر کا اپنے پروردگار کے ساتھ علیحدہ معاملہ ہے اور جدا بھید ہے کسی دوسرے کو

عہ فارسی مطبوعہ نسخہ میں المبنی ہے اور حاشیہ پر نسخۂ المنشاء لکھا ہے راقم کے خیال میں یہ لفظ المفنی ہے اسی کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے (مترجم)

اس معاملہ میں اصالت کے طور پر شرکت نہیں ہے مثلاً جو نسبت و قرب کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو ہے اُن کے غیر کو میسر نہیں ہے اور اسی طرح جو قرب کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ دوسرے کے لئے نہیں ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اُس نسبت و قرب کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہے اور جب کسی عارف کے لئے چاہتے ہیں کہ اس نسبت و قرب کے علم سے جو کہ ان اکابر میں سے کسی ایک کے لئے ثابت ہے سرفراز کریں تو اُس قرب و نسبت کو مثالی صورت میں اُس امر (معاملہ) کے ساتھ جو کہ اس قرب کے مناسب اور اس نسبت کے مشابہ ہے ظاہر کرتے ہیں کیونکہ اس نسبت کے حقائق پر مطلع ہونا صورتِ مثالی کے بغیر دشوار ہے پس قرب و اتصال کی غایت کو مرکز کی صورت میں ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے قرب کو محیط کی صورت میں، وعلی ہذا القیاس۔ لیکن جاننا چاہیے کہ وہ مشہود نفی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ عارف اس وقت میں جانتا ہے کہ جو کچھ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے وہ اس معاملہ کی مثالی صورت ہے نہ کہ اُس معاملہ کی حقیقت اور جو کچھ اس صورت میں ظاہر ہے نفسِ امر کے مطابق ہے پس وہ نفی نہیں کر سکتا بخلاف اس شخص کے جو کہ صورت کو عین حقیقت خیال کرتا ہے اور شبح (جسم، قد و قامت) کو صاحبِ شبح کا عین جانتا ہے کہ اس کا مشہود نفی کے قابل ہے، والسلام والاکرام۔

مکتوب ۲۲۴

میرزا عبید اللہ بیگ کے نام بعض مواجید (وجدِ کیفیات) کی شرح اور استفسارات کے حل میں تحریر فرمایا۔ ۲۰۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین۔ (آپ کے) مکتوب گرامی کو ملا غازی نے پہنچایا، اس کے مطالعہ سے اذواق و مواجید اور معنوی لذات حاصل کیں، اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ آپ نے شریعت منورہ کے مضبوط حلقہ کو ترک نہیں کیا ہے اور اُن اعمال و عقائد پر جو کہ اُس (شریعت) سے ماخوذ ہیں استقامت رکھتے ہیں واردات (کیفیات) کو شرع کی ترازو پر تولتے ہیں اور مغایرت بہت کم واقع ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "واحدیت دیکھنے بلکہ احدیت کی گہرائی میں فنا ہو جانے کے حصول کے باوجود دل کا رُخ عروج کی طلب سے باز نہیں آتا" اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ "اس حال میں حوالہ و استہلاک و اسقاط کا امتیاز و فوت اور ظل و اصل کا شعور نہیں ہے"۔ میرے مخدوم! سالک جب تک کہ اسماء و صفات اور اپنے تعینات کے مبادی میں سیر رکھتا ہے وہ (اس وقت تک) اصول اور اصولِ اصول میں سیر رکھتا ہے اور جب

معاملہ اس سے اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو ظلال کی طرح راستہ میں چھوڑ دیتا ہے (تو) ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظل میں شعور کا نہ ہونا اسی وجہ سے ہو کہ اصالت وظلیت درمیان میں نہیں ہے اصل اس بارگاہ سے ظل کی طرح راستہ میں رہ گئی ہے اور یہ حالت کس طرح کسی اسم کے ساتھ مسمی ہو سکتی ہے جبکہ تمام اسماء واعتبارات اُس مقام سے ساقط ہو گئے ہیں اور چونکہ کلام مجید کو اس بارگاہ میں کامل دخل ہے اس لئے چاہیئے کہ تلاوت کے ساتھ یہ حالت طاقت پکڑے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "روح ونفس کی حقیقت مراتب کے تعلق سے واضح ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں (یہ) دو موجود نہیں ہیں اگر شر کا مصدر (جائے صدور) ہے تو وہ نفس سے موسوم ہے اور اگر خیر (کا مصدر) ہے تو اس کو روح کا نام دیا گیا ہے اور اسی قیاس پر سر وخفی ہیں"۔ بیشک بعض اکابر اس طرف گئے ہیں لیکن ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کا مختار یہ ہے کہ ان لطائفِ ستہ (چھ لطیفوں) میں سے ہر ایک عناصرِ اربعہ کی طرح جُدا حقیقت رکھتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی مغایرت رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کے ساتھ معاملہ علیحدہ وابستہ ہے اور نیز عالمِ امر کے جواہر خمسہ (پانچوں لطائف) میں سے ہر ایک کی ولایت جُدا اور ہر ایک کا سیر وسلوک وفنا وبقا علیحدہ ہے اور اُن (لطائف) میں سے ہر ایک کو انبیاء ومتبوعین علیہم الصلوات والبرکات میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک خاص خصوصیت ہے، پانچوں لطائف کی ولایات کے طے کرنے کے بعد معاملہ اطمینانِ نفس کے ساتھ واقع ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، چنانچہ اس کی تفصیل طریقِ جدید کے بیان والے مکتوب سے واضح ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اضافات کو ساقط کرنے والی یہ نسبت جیسا کہ بیداری میں ہے نیند میں بھی ایسا ہونا لازم ہے کہ نہیں الخ۔ میرے مخدوم! اگر
اضافتوں (نسبتوں) کا اسقاط ورد کسب وتعمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس کو طریقت کہتے ہیں تو خواب ص ۳۰۵
بیداری یکساں نہیں ہے اور اگر تعمل (عمل کرنے) وتکلف کے بغیر ہے جو کہ حقیقت کا مقام ہے تو یکساں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک فنا وبقا دائمی ہے۔ اور نیز آپ نے لکھا تھا کہ اولیاءِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت اور انبیاءِ سابق علیٰ اجمعہم عموماً وعلیٰ افضلہم خاتمہم خصوصاً الصلوات والتسلیمات والبرکات کی ولایت کے طریقہ میں کیا فرق ہے الخ"۔ میرے مخدوم! اس استفسار کا جواب حضرت پیر دستگیر (مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) کے مکتوبات قدسی آیات سے طلب کریں کیونکہ (اُن میں) تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "بعض لوگ طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دوسرے طریقہ کی استدعا کرتے ہیں"۔ میرے مخدوم! اگر کوئی طالب طریقہ قادریہ کی استدعا کرے تو حضرت شیخ عبد القادر (جیلانی بغدادی) قدس سرہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر اس کو خرقہ دیدیں اور شجرہ بھی دیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۵

حاجی محمد عارف کے نام بعض حالات و مقامات کی تفصیل میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم۔ برادر عزیز زائر حرمین شریفین حاجی عارف کے مکتوب مرغوب نے مسرور کیا، سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات واکمل التحیات کی زیارت اور آپ سے بشارت پانا واضح ہوا الحمد للہ سبحانہ علیٰ ذلک حمداً کثیرا [اس بات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت زیادہ حمد و شکر ہے]۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "بار بار الہام ہوا (کہ) ہمارے حضرت عالی قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کا نام لیکر فرمایا کہ جو شخص قیامت میں اپنی نجات چاہتا ہے وہ اُن کا دامن پکڑ لے"۔ (یہ) حضرت عالی کے الہام کے موافق ہے کیونکہ آپ کو الہام کیا گیا ہے کہ میں نے آپ کو اور قیامت تک پہنچنے والے ہر اس شخص کو بخش دیا جس نے میری طرف تیرے ساتھ بالواسطہ یا بلا واسطہ توسل حاصل کیا۔ اور آپ نے لکھا تھا کہ "حقیقتِ نماز کے متعلق کیا عرض کرے اس کی ادائیگی میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی شرح بیان نہیں کر سکتا، تکبیرِ اولیٰ کے وقت ہی محویت طاری ہو جاتی ہے اور مشاہدۂ حق جل و علا کے سوا شعور باقی نہیں رہتا اور بعض اوقات ایک (ایسا) نور قلب سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس نے تمام عالم کو منور کر دیا ہے"۔ میرے مخدوم! نماز میں لذت کا حاصل ہونا بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی) قدسنا اللہ بسرہ الاقدس نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں لکھا ہے[1] کہ نماز میں لذت کا حاصل ہونا غیر منتہی کو میسر نہیں ہے خاص طور پر فرض نمازوں میں، کیونکہ نہایت کی ابتدا میں نفل نماز کی ادائیگی کے ساتھ لذت بخشتے ہیں اور نہایت النہایت (نہایت کی انتہا) میں یہ نسبت فرائض کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہے اور بس۔ ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند [یہ نصیب کی بات ہے دیکھئے اب کس کو دیتے ہیں]

اور نیز حضرتِ عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے[2] کہ "جو لذت نماز ادا کرتے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے، عین اس لذت کی حالت میں وہ (نفس) نالہ و فریاد میں ہے"۔ سبحان اللہ کتنا بلند مرتبہ ہے۔ ع

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا [نعمت والوں کو اُن کی نعمتیں مبارک ہوں]

---

[1] و [2] مکتوب ۲۶۱ جلد اول۔

اور آنحضور (مجدد الف ثانیؒ) نے یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا میں نماز کا رتبہ ایسا ہے جیسا کہ آخرت میں رویتِ باری تعالیٰ کا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ "تمام عبادات نماز کے لئے وسائل ہیں اور نماز مقاصد میں سے ہے" اور آپ نے لکھا تھا کہ "دوسرے طریق کے اکثر مشائخ مہربانی فرماتے ہیں اور فقیر سب کو اسی جانب سے جانتا ہے اور جہاں کہیں سے فیض پہنچتا ہے اسی جانب منسوب کرتا ہے" بیشک اسی طرح (ہونا) چاہئے تاکہ قبلۂ توجہ منتشر نہ ہو جائے "ہر کہ یکجا ہمہ جا" [جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے] آپ نے سنا ہوگا، دوستوں سے سلامتی خاتمہ کی دعا کا امیدوار ہے۔ والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الھدی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات والبرکات العلی۔

مکتوب ۲۲۶

مولانا محمد صدیق کے نام شیخ (پیر) ہونے کے لئے بعض ضروری امور کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللّٰہ حامداً للّٰہ ومصلیا علی رسولہ الکریم۔ اما بعد، تمام احوال لائقِ شکر ہیں اور اُس (اللّٰہ) سبحانہ وتعالیٰ سے آپ کی عافیت اور سنتِ مصطفویہ علی مصدرہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ پر استقامت کی دعا کی گئی ہے۔ میرے مخدوم میاں حمید دوستوں میں سے ہیں دوستی ومحبت کے طریقہ کی رعایت کریں گے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "صوفی محمد شریف آیا ہے[1] فقیر اس کے بارے میں حضرت حق سبحانہٗ سے اسی معنی کی استدعا کرتا تھا جو کہ ظاہر ہوا ہے حمداً للّٰہ سبحانہ علی ذٰلک [اس پر اللّٰہ سبحانہٗ کا حمد وشکر ہے] آپ نے کابلی دوست کے لئے پیراہن طلب کیا تھا بھیجتے وقت استخارہ کیا، بظاہر اس امر کے ساتھ کچھ زیادہ قلب کا رجحان ظاہر نہیں ہوا اور منع بھی معلوم نہیں ہوا، بہرحال پیراہن آپ کو بھیج دیا ہے، جب وہ دوست دوبارہ آپ کی صحبت میں پہنچے کچھ عرصہ اس کو رکھیں اور اس کے طور طریقوں میں استقامت معلوم ہو اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی تیاری اس کے اطوار سے ظاہر ہو طالبین کو اس کی صحبت میں کچھ نفع حاصل ہو تو استخارہ اور رجحانِ قلب کے بعد پیراہن اس کو دیدیں اور طریقہ کی تعلیم کی اجازت میں جس قدر تاخیر واقع ہو زیادہ مناسب ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ابتدا میں انتہا کے احوال اندراج کے طریق پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ احوال زوال سے محفوظ نہیں ہوتے اور بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ (وہ احوال) شریعت وطریقت کے طور طریقوں پر استقامت کا ثمرہ نہیں دیتے اور تاخیر میں زائل نہ ہونے کا امتحان ہو جاتا ہے اور استقامت وعدم استقامت معلوم ہو جاتی ہے۔ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ [شیخ اپنی جماعت میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں] آپ نے سنا ہوگا والسلام

[1] دفتر اول مکتوب ۱۳۷

مکتوب ۲۲۷

میرزا امان اللہ کے نام درد و محبت کی فضیلت اور اس بارے میں تحریر فرمایا کہ جو شخص آخرت کی تعمیر میں مشغول ہے وہ اس درد و الم و محبت کے ساتھ موصوف ہے۔

بسم اللہ حامدًا لِلّٰہِ العظیم و مصلیًا علیٰ رسولہ الکریمؐ اس ناپائیدار دنیا میں خوشگوار نعمت، شوقِ احدیت کا انتظار و پیاسا رہنا و بے آرامی ہے اور محبوب کی طلب میں درد و حزن و اضطراب ہے، کسی بزرگ نے کہا ہے کہ تصوف اضطراب ہے جب سکون حاصل ہوا تو تصوف نہیں رہا، یہ شوق و اندوہ سعادتوں کا سرمایہ ہے اور یہ اضطراب و بے چینی یافت (پالینے) کا سرچشمہ ہے، ع

با درد بساز چوں دوائے تو منم [درد کے ساتھ موافقت کر جبکہ تیری دوا میں ہوں]

جو امتیاز و فضیلت کہ بنی آدم (انسان) کو تمام اقسامِ موجودات پر ہے وہ عشق و درد کی وجہ سے ہے، ع

در درا جز آدمی در خورد نیست [درد کا اہل آدمی کے سوا اور کوئی نہیں ہے]

انسان جسقدر زیادہ درد و محبت کا مورد ہوگا معیت و قرب میں اسی قدر زیادہ کامل ہوگا، المرءُ مع من احب [آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے] معیت ذرا سا وقت بھی ایسا باقی نہیں چھوڑتی جبکہ وہ محبِ صادق کو حاصل نہ ہو (یعنی ہر وقت معیت نصیب ہوتی ہے)۔ سرورِ کائنات مفخرِ موجودات علیہ وعلی آلہ الصلوات والبرکات محبوبیتِ ذاتیہ کے باوجود دائمی حزن اور متواتر فکر کے ساتھ موصوف تھے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، جو شخص کہ اس درد سے بے نصیب ہے وہ چوپایوں کے حکم میں ہے بلکہ چوپایوں سے بھی زیادہ گرا ہوا اور زیادہ گمراہ ہے کیونکہ اس نے قابلیت کے باوجود استعداد (قابلیت) کی زمین کو معطل و بیکار رکھا ۲۰۸ اور جس چیز کی ویرانی کے لئے مامور ہے اس کی تعمیر میں مشغول ہوا اور اُس سے اس عالمِ فانی میں جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ بجا نہیں لایا کل (قیامت کے روز) کس منہ سے اس کی بارگاہ صمدیت میں (اللہ تعالیٰ کے سامنے) پیش ہوگا اور کس تدبیر سے جواب کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگا ؂

فیا ویلنا علی من اعرض عن اللہ ویا حسرتا علی من فرط فی جنب اللہ

[پس اس شخص پر افسوس ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے روگردانی کی اور اس شخص پر حسرت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کیا]

دنیا میں دوبارہ آنا نہیں ہے، مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا [جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا] اور درد و محبت اُس چیز میں منحصر نہیں ہے

جوکہ مشہور ہے، جو شخص بھی آخرت کی تعمیر میں مشغول رہتا ہے وہ اس دردِ محبت کے ساتھ موصوف ہے کیونکہ اس کے باطن پر محبت کا غلبہ ہی تو ہے کہ جس نے اس کو مرغوبات کے ترک پر آمادہ کیا ہے اور نفس کی مخالفت اور اس کی تخریب پر دلیر بنایا ہے اگرچہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا رکھتا ہے، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے آیتِ کریمہ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ [کیا یہ بات نہیں ہے کہ پ۹ ۱۲۲
جو شخص مردہ تھا ہم نے اس کو زندہ کردیا اور اس کے لئے نور بنایا جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں چلتا ہے] کے بارے میں فرمایا النور اذا دخل الصدر انفسح الحدیث [جب وہ نور سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ سینہ کھل جاتا ہے] پس عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نشانی دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اختیار کرنا اور دار القرار (آخرت) کے لئے تیاری کرنا ہے۔ پس آنسرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخرت کی تیاری اور دنیا سے روگردانی کو نور اور وہ حیات قرار دیا جوکہ اس موت پر مرتب ہوتی ہے جو مرنے سے پہلے ہے جس کو کہ معرفت کہتے ہیں کیونکہ معرفت ان حضرات کے نزدیک فنا فی المعروف سے عبارت ہے اور یہ موت و معرفت دردِ محبت کا نتیجہ ہے، رزقنا اللہ سبحانہ وایاکم قطرۃ من ھذہ المحبۃ وجرعۃ من ھذا الحزن وتجافیا عن دار الغرور وتاھبا لدار القرار آمین۔ [اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس محبت کا کوئی قطرہ اور غم حزن کا کوئی گھونٹ اور دار الغرور (دنیا) سے علیحدگی اور دار القرار یعنی آخرت کی تیاری نصیب فرمائے، آمین۔]

مکتوب ۲۲۸

مولانا محمد صدیق کے نام سنت کو زندہ کرنے اور بدعت کو مٹانے پر ترغیب دینے اور الہام کے ظنی ہونے اور بندگی کے پسندیدہ طریقے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً للہ العظیم ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم، اس وقت میں عہدِ نبوت کے بُعد اور قیامت کے قرب کی وجہ سے بدعت شائع ہوگئی ہے اور اس کی ظلمتوں نے دنیا کا احاطہ کرلیا ہے اور سنت اجنبی (ان جانی) ہوگئی ہے اور اس کے انوار پوشیدہ ہوگئے ہیں، متروکہ سنتوں کو زندہ کرنے ۳۰۹
اور شرعی علوم کو شائع کرنے میں کمرِ ہمت کو خوب مضبوط باندھیں اور اس امر کو بارگاہِ خداوندی جل سلطانہ کی کمال رضامندی کا وسیلہ بنائیں اور بارگاہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرب کو اس عمل کے ذریعہ تلاش کریں، حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جو شخص میری ایسی سنت کو زندہ کرے گا کہ جس پر عمل متروک ہوچکا ہے

تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ احیائے سنت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ اس پر خود عمل کرے اور اس سنت کے زندہ کرنے کا اعلیٰ درجہ اس کو رواج دینا اور دوسروں سے اس پر عمل کرانے میں کوشش کرنا ہے۔ خاتمہ کے مبہم ہونے کے درد و غم کا اظہار جو آپ ہمیشہ کرتے رہتے ہیں بجا ہے، یہ ابہام کمر شکن ہے آج اس درد سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ کوئی شخص خالی نہیں ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ "اپنے بارے میں قبولیت کا کچھ اثر یقین و جزم کے ساتھ مشاہدہ نہیں کرتا ہے"۔ میرے مخدوم! اس قسم کے امور میں جزم و یقین نزولِ وحی کے زمانہ میں حاصل رہا ہے اور اس زمانہ کے علاوہ اور وقت میں علامات و آثار و بشارات جو کہ طمانیتِ قلب کا سبب ہوں ہوتی رہتی ہیں اور چونکہ ابہام (ذو معنی ہونے) کا وہم درمیان میں ہے (اس لئے) درد و اضطراب دامنگیر ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ "اپنی عبادات و طاعات کو قبولیت کے لائق نہیں جانتا اس بنا پر بعض اوقات اُن کے ادا کرنے سے سستی برتتا ہے"۔ میرے مخدوم! اس عالم (دنیا) میں عمل مطلوب اور ضروری ہے خواہ قبولیت کے قابل جانیں یا نہ جانیں عمل کرنا چاہئے اور اس سے استغفار کرنا چاہئے گریہ و زاری کے ساتھ اس کی قبولیت طلب کرنی چاہئے تاکہ قبولیت کے لائق ہو جائے اور نورانیت پیدا کرے اعمل و استغفر [عمل کر اور استغفار کر] بندگی کا طریقہ یہی ہے اور اس کے علاوہ شیطانِ لعین کا بہکانا ہے۔ دیگر جو محبت و دلی توجہ کہ فقیر کو آپ کی جانب ہے اس کا کیا اظہار کرے جو محبت کہ آپ کو ہمارے ساتھ ہے وہ اسی کا اثر ہے فرع میں
جو کچھ ہے وہ اصل کی طرف سے آیا ہے، شروع سے اسی طرح ہوتا آیا ہے، آیتِ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ط ۵ / ۵۴
[وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں] اور آیتِ کریمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ۹۸ / ۸
[اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے] میں اپنی محبت و رضا کو ان کی محبت و رضا پر مقدم رکھا ہے اور حدیثِ قدسی وانا الیھم لاشد شوقا [یقیناً میں ان کی طرف زیادہ شدت کا شوق رکھتا ہوں] میں اپنے اشد شوق کو ثابت کیا ہے۔

مکتوب ۲۲۹

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں اپنے حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض الہامات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ط ۴۵ / ۲۹

[یہ ہماری کتاب تمہارے متعلق سچائی کے ساتھ بول رہی ہے بیشک جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم اس کو لکھوا لیتے تھے] علمائے کرام ص ۲۱
اس استنساخ (لکھ لینے) سے فرشتے کا لکھنا مراد لیتے ہیں اور اسناد کو مجازی کہتے ہیں، ہمارے حضرت عالی
(مجدد الف ثانی قدس سرہ) فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ اس آیت کو بار بار پڑھ رہا تھا دل میں یہ خیال آیا
کہ حق سبحانہ وتعالیٰ لکھنے کی نسبت کو اپنی مقدس ذات کی طرف فرماتا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے یا نہیں،
مشہود ہوا کہ اس مرتبہ مقدسہ میں بھی فرشتے کے استنساخ (لکھنے) کے علاوہ ایک استنساخ (لکھانا)
ثابت ہے۔ اس فقیر (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) نے عرض کیا کہ کیا اس مرتبہ عالیہ کا استنساخ بعض اشخاص
کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مخصوص حضرات کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے اور
حضرت حق سبحانہ کے درمیان بعض ایسے امور گذرتے ہیں کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ نہیں چاہتا کہ فرشتے کو بھی
جمعہ ۴ اس پر اطلاع ہو۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ
کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے یہ عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔
شاید کہ یہی بھید ہو گا کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بعض خواص سے اپنے کرم کے ساتھ کاتبین کرام کو دور رکھتا
ہے۔ حضرت عالی (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو اپنے بارہ میں (بھی ایسا) الہام ہوا تھا اور اسی طرح
حق سبحانہ وتعالیٰ نے آیۂ کریمہ میں توفی (جان قبض کرنے) کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے جیسا کہ
زمر ۴۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا [اللہ تعالیٰ نفسوں (جانوں) کو ان کی موت کے
وقت قبض کرتا ہے] حالانکہ جان قبض کرنے والا ملک الموت (موت کا فرشتہ) ہوتا ہے جیسا کہ اس پر دوسری
آیت دلالت کرتی ہے یا یہ احتمال ہے کہ بعض خواص کے لئے (جان کا قبض کرنا) فرشتے کے توسط کے بغیر ہو
اور یہ جو بعض روایات میں (روح کا قبض کرنا) مذکورہ فرشتے کے واسطے سے بعض خواص کے لئے آیا ہے تو
اس کا ادنیٰ تاویل و توجیہ کے ساتھ اس معنی پر محمول ہونا ممکن ہے نہ کہ مباشرۃ کے طور پر اور وہ تاویل یہ ہے
کہ بعض کاملین کی وفات کے وقت فرشتے کے حضور پر محمول ہو نہ کہ وفات دینے کے اسباب کو اس کے فعل پر
حمل کیا جائے، پس غور کر لیجئے۔

مکتوب ۲۳۰

پیرزادہ خواجہ محمد عبید اللہ (صاحبزادہ خواجہ باقی باللہ قدس سرہما) کی خدمت میں آنجناب کے

لہ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ۔ میان عاشق و معشوق رمزیست ٭ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست ۔ مترجم

مکتوب کے جواب میں اور اُس مکتوب کے بعض معاملات پر اعتراض اور حکما کے اس قول کو دُور کرنے میں کہ موجود معدوم نہیں ہوتا اور معدوم موجود نہیں ہو جاتا اور نماز کے کمالات کے ذکر میں اور اس تحقیق میں تحریر فرمایا کہ وجود زائد ہے یا عین ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہٖ اجمعین۔ حضرت مخدوم زادہ گرامی سلمہ ربہ کے بزرگ عنایت نامۂ عالی نے اس گنہگار کو مشرف وممتاز کیا۔ اشفاق پناہا! مسئلۂ وحدتِ وجود ہمارا موروثی مسئلہ ہے کہ باپ دادا کے واسطے سے یہ بزرگ مسئلہ ہم تک پہنچا ہے ان بے حاصلوں کو بار بار اس کی تلقین کرنا تحصیل حاصل اور زیرہ کو کرمان بھیجنے کا مصداق ہے۔ سابقہ تکلیف دہی سے مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ اس معرفت کے علاوہ دوسرا طہ ۲
معاملہ بھی ہے کہ ان دونوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو چھلکے اور مغز کے درمیان ہے، اُس مشفق کو (آپ) کو پسند نہیں آیا اور آپ نے اس کو محال و تخمینی باتیں تصور فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۳ ۱۷۳
[ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے]۔

آپ نے لکھا ہے کہ "تجلیٔ ذات کے بعد تمام کاروبار تجلیاتِ صفات کے ساتھ ہے کہ جس کی نہایت نہیں ہے۔" تجلی ذات کے بعد عالی ہمت کو چاہئے کہ ذاتِ متجلی کا طالب رہے اور ایک ایسے معاملہ کا گرفتار ہو جو کہ ان تجلیات سے ماوراء ہے وہ تجلیاتِ صفات کی طرف نزول کیوں کرے اور اس بات کی جرأت کرنا کہ کامل نزول کے بعد مطلق حقیقی کمال اطلاق و تنزیہ کے ساتھ ذاتِ وجود کے ہر ذرہ سے ظاہر و روشن ہے بہت گراں ہے آپ نے کہاں سے یقین کرلیا ہے کہ وہ مشہود مطلقِ حقیقی اور ذاتِ حق جل وعلا ہے، وہی معاملہ ہے (کہ) ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد [شاید کوئی چوہا خواب میں اونٹ بن گیا]

شرابِ کوثر سے سوائے سراب کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہے اور مطلقِ حقیقی کو غیر و غیریت سے منزہ کرنا اور غیریت کو تعینات میں منحصر کرنا شاید کہ یہ دونوں مقدمے اس بات پر مبنی ہوں کہ مطلقِ حقیقی کیلئے مقیدات و تعینات کے ضمن میں ہونے کے سوا کوئی وجودِ اصلی نہیں ہے اور یہ معنی ذات کی نفی کو لازم کرتے ہیں تعالیٰ عن ذالك [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] کیونکہ اگر وجود متاصل ہو تو دوئی ثابت ہوگی اور الاثنان متغائران [دو چیزیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں] ثابت شدہ قضیہ (اصول) ہے، اطلاق و تقیید کے قضیہ (اصول) کو ماننے کی صورت میں اس کا حکم تمام اطلاقات و تقییدات سے جدا ہے کیونکہ مطلق کے لئے مقیدات کے ضمن میں ہونے کے سوا وجود نہیں ہے اور اس جگہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مطلق وجودِ

حاصل رکھتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اُس مخدوم (آپ) کے مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تحریر ہو چکی ہے اور تنزل (تجلیاتِ صفات میں نزول کرنے) کو مان لینے کی صورت میں جو شخص کہ مطلق کا اس حیثیت سے گرفتار ہے کہ وہ مطلق ہے، مقیدات کے ساتھ ہرگز خوش نہیں ہوگا اگرچہ وہ اس کا عین ہی ہوں۔ مقیدات اگرچہ مطلق ہوں لیکن ہر ایک کے احکام جدا اور معاملات الگ ہیں، ایک کو دوسرے کے ساتھ مخلوط کرنا اور ایک کی گرفتاری کو بعینہ دوسرے کی گرفتاری جاننا نگاہ کی تیزی سے بعید ہے، اگرچہ اس مرتبہ میں تمیز مفقود ہے لیکن اس گرفتاری سے اُس گرفتاری تک بہت فرق ہے؛ حیوان کا طالب اس حیثیت سے جیسا کہ وہ (حیوان) ہے ہرگز ماشی (چوپایہ) اور فرس (گھوڑا) سے خوش نہیں ہوتا، ہر چند ان کے درمیان نسبتِ اتحاد موجود ہے، حیوان کے مرتبہ میں تمیز مفقود ہوتی ہے۔ اور جو کچھ کہ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ) کے کلام کی توجیہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ غیر سے مراد مطلوب کا غیر ہے نہ کہ حق (ذات اللہ تعالیٰ) عز برہانہ کا غیر، تو یہ سابقہ بیان کے منافی ہے کیونکہ جب ذرات میں مطلقِ حقیقی کا وجود کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ مشہود ہوگا (وہ) غیر مطلوب کس طرح ہوگا اور نفی کے قابل کس وجہ سے ہوگا اور غیر سے غیر اعتباری مراد لینا خلافِ متبادر (جلدی ذہن میں ص۴۱۲
آنے کے خلاف) ہے، ہاں اگر اُن حضرت (قدس سرہ) کا مشرب جزم (یقین) کے ساتھ وحدتِ وجود ہو تو اس قسم کے حیلوں اور تدابیر کی گنجائش ہے ورنہ نہیں۔

اس کے باوجود ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق جو کہ (خواجہ بزرگ کی) عباراتِ شریفہ میں واقع ہے اس سے مراد اگر مرتبۂ لاتعین اور غیب ہویت ہے جیسا کہ عبارتوں سے متبادر (جلدی ذہن میں آتا) ہے کیونکہ مطلقِ حقیقی کمال اطلاق و تنزہ کے ساتھ اسی مرتبہ کے مناسب ہے تو یہ مرتبہ اس بلند مرتبہ گروہ کے طریق پر اس سے زیادہ بلند ہے کہ علم و معرفت و شہود کا متعلق بنے اسی لئے اس مرتبۂ منزہ کے طلب و شوق سے منع کرتے ہیں اور اس کے طلب کرنے کو وقت کا ضائع کرنا سمجھتے ہیں، پس ذرات میں سے ہر ذرہ کے اندر اس کے مشاہدہ کرنے کا قول کوئی معنی نہیں رکھتا اور جس وقت وہ غیریت سے منزہ ہوگا تو تمام مشاہدات اسی کا مشاہدہ ہوں گے پس اس کے شوق و طلب کو منع کرنا صورت پذیر نہ ہوگا اور اگر مراد مرتبۂ وحدت ہے جیسا کہ قوم کا کلام اس کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے "اور وہ مشہودِ کل ہے اور وہ تجلی ذاتی ہے اور اس کے لئے اعلیٰ توحید کا مقام ہے" اگرچہ اس کو مطلقِ حقیقی کہنا کوئی زیادہ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک لحاظ سے مرتبۂ مطلق ہے کمال اطلاق اوپر کے مرتبہ کے لئے ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ مطلوب ابھی تک اس کے ماوراء ہے

اور سالک راستہ میں ہے مطلب سے راستہ میں رُک جانا طلبِ کامل کا مقتضی نہیں ہے اگرچہ اس تعین کو متعین پر زائد نہیں جانتے لیکن تعین (بہر حال) تعین ہے، عالی ہمت شخص اس پر فریفتہ نہیں ہوتا اور محمدی المشرب جو کہ محبوبیت کے زیادہ قریب ہے اس کے ساتھ عاجز نہیں رہ جاتا اور تمام اشیاء کے لئے اس تعین کی عینیت کے ساتھ اور غیریت سے اس کے تنزہ کے ساتھ لاتعین کی طلب سے فارغ نہیں بیٹھتا۔

ع فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست [دوست کا فراق اگر معمولی سا ہے تو وہ بھی معمولی نہیں ہے]

اگر کہیں کہ "یہ تعین عین متعین ہے پس ایک کی یافت و شہود بعینہٖ دوسرے کی یافت و شہود ہے" (جواب میں) ہم کہتے ہیں تو پھر اس کے اوپر کے مقام سے کیوں ڈرتے ہیں اور اس کی طلب سے منع کیوں کرتے ہیں کیونکہ اس کی یافت (تو) اس تعین کی یافت کے ضمن میں حاصل ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اُس مرتبہ کی یافت اس مرتبہ کی یافت سے جُدا ہے اسی لئے وہ ممنوع ہوا اور یہ ممنوع نہیں ہوا اور اگر وہ لوگ کہیں کہ جب اُس مرتبہ کا وصول و یافت محال ہے تو اس کا گرفتار کیوں ہو اور اس کی طلب میں وقت کیوں ضائع کرے، (جواب میں) ہم کہتے ہیں کہ اس کو مان لینے کی صورت میں عشق و گرفتاری اختیاری امر نہیں ہے کہ مقدماتِ عقلیہ کے ساتھ اس سے منع کیا جائے اور عاشقِ صادق کو ایسے محبوب سے باز رکھا جائے جس تک پہنچنا محال ہو ؎

۲۱۳ باسرِ زلفِ تو مارا سرِ سودائی ہست وصل ہر چند محال است تمنائی ہست

[تیری زلف کے سرے کے ساتھ ہمیں جنونی خیال ہے اگرچہ وصل محال ہے (لیکن پھر بھی) تمنا تو ہے] بیچارے عاشق کی تمنا یہ ہے کہ اپنے آپ کو معشوق کی طلب میں جلائے اور برباد کر دے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان نہ چھوڑے اور اس کے بغیر نہ رہے اگرچہ معشوق کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آئے اگرچہ عتاب نہ کریں اور خواہ رد کر دیں کہ یہ رد کرنا نہیں ہے بلکہ ناز ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎

اگر ندہی بکف دامانِ یارم گرفتار کسے دیگر مدارم

[اگر تو دوست کا دامن میرے ہاتھ میں نہیں دیتا تو مجھے کسی دوسرے کا گرفتار (بھی) مت رکھ]۔ عاشقِ دردمند اس سب کچھ کے باوجود نہایت خوش ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ معشوق اس آوارہ کی طلب سے آگاہ ہے اور اس بیچارہ کے دردِ فراق سے باخبر ہے فان لم تکن تراہ فانہ یراک [پس اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو بلاشبہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے]۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عشق سے مقصود محض درد و غم ہوتا ہے اور وصل ہرگز منظور نہیں ہوتا، طلب کے اس درد کو وقت کا ضائع کرنا کس طرح کہا جائے گا۔ اس غمگین مبتلا کی عمر کا سرمایہ یہی درد و اندوہ ہے ؎

بے غم و دردِ تو صد حیف ز عمرے کہ گذشت ۔ پیش ازیں کاش گرفتارِ غمت می بودم

[جو عمر تیرے درد و غم کے بغیر گذر گئی اس پر صد افسوس ہے کاش کہ میں پہلے ہی سے تیرے غم میں گرفتار ہوتا]

اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "اس معرفت کی کچھ خاصیتیں اور علامتیں ہیں" چونکہ توحید حقیقت میں شہودی ہے وجودی نہیں ہے اس لئے ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا ضروری نہیں ہے یہ تمام معاملہ سالک کے شہود (مشاہدہ) میں ہے حقیقت میں اس (سالک) کی صفات بندگی کی اسی حالت پر ہیں واجب تعالیٰ کی صفات نہیں ہو گئی ہیں، قلبِ حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) محال ہے اور اگر بلا فرق ممکن کی صفات بعینہ واجب کی صفات ہو جائیں تو چاہیے کہ ہدایتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ہدایتِ خداوندی جل شانہ میں کوئی فرق نہ ہو پس آیتِ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ [بیشک تو جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے] کس معنی میں ہو گی و نیز حدیث انتم اعلم بامور دنیاکم [تم اپنے دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو] کی کیا وجہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ عز برہانہ کے علم کے بارے میں اس طرح نہیں کہا جا سکتا، اور آیتِ کریمہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ [اگر میں غیب کو جانتا] اور آیہ کریمہ لَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ [میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہو گا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہو گا] کس اعتبار سے ہو گا اور اس شہود (مشاہدہ) میں صاحب استعداد سالک کو بہت سے منافع ہیں کیونکہ سیر و سلوک اور ریاضات و مجاہدات سے مقصود ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری (تعلق) کا زائل ہونا ہے اس شہود کے ذریعہ حصول سے جا ملتے ہیں، اور اس سعی و کوشش سے مقصود بندگی کا حاصل ہونا اور اپنی عاجزی و احتیاج و گمنامی کا مشاہدہ ہے نہ یہ کہ بندہ بندگی کے راستے سے پاؤں کھینچ لے اور خدا ہو جائے اور اس کے کمالاتِ ذاتیہ کے ساتھ متحقق ہو جائے کہ ان امور کی تمنا کرنا کمال خودی اور انانیت کا پتہ دیتا ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ) نے فرمایا ہے کہ "بندگی خواجگی کے ساتھ راست نہیں آتی"۔ اور یہ جو آپ نے لکھا تھا کہ "مرتبہ وحدت میں فنائے حقیقی (کا حاصل ہونا) اس راستہ کی نہایت ہے"، وحدت وجود کے قائل حضرات چونکہ ہمیشہ نفس کے گرفتار ہیں، اس گروہ کے لئے کامل طور پر فنا (کا حاصل ہونا) کس طرح کہا جائے کیونکہ فنا ماسوی اللہ تعالیٰ کی گرفتاری کا زائل ہونا ہے اور یہ لوگ ہر وقت ذرات میں سے ہر ایک ذرہ کے ساتھ گرفتار ہیں اگرچہ وہ غیریت کے عنوان کے ساتھ نہیں جانتے لیکن حقیقت میں وہ غیر ہے کمال درجہ کی تجرید و نیستی اس وقت ظاہر ہو گی جب وہ اس بھنور سے نکل جائیں اور آفاق و انفس کے ماوراء دوڑیں۔ اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ خاصیات و علامات کے ساتھ تحقق اس فنا کی

حالت میں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ تحقق مقامِ بقا میں ہے اس لئے کہ فنا واستہلاک کے وقت میں ممکنات کا ہیولیٰ (مادہ) بن جانا اور جوہریت وعرضیت کی صورتوں کے ساتھ متمثل ہونا نہیں ہے پس اس تقدیر پر جائز ہے کہ مرتبۂ توحید کی نہایت تک پہنچ جائے جو کہ فنائے حقیقی ہوتی ہے اور ان علامات میں سے کوئی چیز بھی اس میں نہ ہو اور اگر ان علامات کے ساتھ متحقق ہونا نہایت وکمال ہو تو پھر فنا کو نہایت کہنا کس طرح درست ہوگا۔

ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں، فنا وبقائے وجودی اس صورت میں ہوگی جبکہ ممکنات کا کوئی وجود ہو، اس (وجود) کا ہونا شہود میں ہونے کے سوا نہیں ہے، امانتیں ہمیشہ اہلِ امانات کی ہیں اس جگہ سوائے اس کے نہیں کہ علم بدل جاتا ہے لیکن انا عند ظن عبدی بی [میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں] کے مطابق اس کمال کے اندازے سے اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں اور مذکورہ آثار وعلامات اس میں ظاہر کرتے ہیں اور تسلیم کر لینے کی صورت میں دوسروں سے ان معاملات کی نفی کس طرح معلوم ہوگی اور کہاں سے معلوم کیا جائیگا کہ دوسرے حضرات اس حد تک اس کے حقائق میں غور وفکر کرنے اور اس کے دقائق میں غوطہ لگانے کے باوجود کہ اس مسئلہ کی تحقیق کی بلند چوٹی اور تدقیق کے انتہائی درجہ تک پہنچ چکے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی امداد سے اس سے گذر چکے اور علوم وراثت حاصل کر چکے ہوں ابھی تک توحید کے راستہ میں ہیں۔

میرے مشفق! معارفِ توحیدِ وجودی کے متعلق جسقدر آپ جانتے ہیں (شوق سے) لکھیں کہ (یہ) حالِ شریف ہے، کس کو اس مقام میں کلام سخن ہے کیونکہ اکابر اہل اللہ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے اگرچہ انھوں نے سکر وغلبۂ محبت کی وجہ سے ہی کہا ہو۔ میرے جدِ امجد (حضرتِ شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ) اس مقام (توحیدِ وجودی) میں مضبوط قدم رکھتے تھے اور انھوں نے تصانیفِ عالیہ بھی تالیف فرمائی ہیں لیکن انھوں نے آدابِ شریعت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا جیسا کہ محققین کا طریقہ ہے لیکن دوسروں کی نفی کرنا اور حق کو اپنے علم میں ہی محصور (محدود) رکھنا اور اس (علم) کے ماسوا کو محال جاننا آپ جیسے حضرات سے بہت زیادہ محلِ تعجب ہے اور اسی طرح شیخ ابن عربی کو خاتم ولایت ر۱۵۴
محمدی متعین کرنا اپنے تمام پیرانِ نقشبندیہ سے اس ولایت کی نفی کرنا ہے، ان امور کی جرأت کرنا بلند فطرت حضرات سے نہایت ہی مستبعد ہے اور (اس سے بھی) زیادہ عجیب یہ ہے کہ آپ نے ابن سینا کو کامل محبت کے ساتھ یاد کیا ہے حالانکہ اس کے فاسد عقائد اہلِ حق کے عقائد کے مخالف ہیں اور اس کی تکفیر وتضلیل کا باعث ہیں، اور امام غزالی (قدس سرہٗ) نے حکماء کے عقائد بیان کرنے کے بعد کہا ہے پس ان کی

تکفیر و تشنیع (اُن کو کافر و بُرا کہنا) واجب ہے جیسا کہ فارابی و ابن سینا۔ اور آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات واقعہ میں ایک بزرگ کو اس (بوعلی سینا) کے بارے میں فرماتے ہیں: رجل اضلہ اللہ علی علمہ [وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے] اور کسی دوسرے بزرگ کو بھی کسی دوسرے واقعہ میں اسی کے مثل فرمایا ہے۔ اگر غیروں سے اس قسم کے امور مطالعہ کئے جائیں تو چنداں شکایت کا مقام نہیں ہے لیکن اگر آپ جیسے حضرات (کی جانب) سے مخلصوں اور دوستوں کے کان میں اس قسم کے امور کی ذرا سی بھنک بھی پڑے تو اس کی گنجائش ہے کہ شکایات کی جائیں اسی بنا پر یہ سب جرائیں کرتا ہے، معافی کی امید ہے۔

میرے مخدوم! جبکہ ہمارے خواجہ حضرت قطب عرفا مؤید الدین الرضی (قدس سرہ) انجام کار میں فرماتے ہوں کہ یقینِ کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے شاہراہ کوئی اور ہی ہے پھر بھی وہ مخدوم (آپ) تحریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت (خواجہ باقی باللہ قدس سرہ) وحدت در کثرت کے مشاہدہ میں رہے ہیں، شاید کہ وہ جائے پناہ (آپ) اُن حضرت تعالیٰ قدس سرہ سے اس عبارتِ شریفہ کے صادر ہونے کے قصہ پر مطلع نہیں ہوئے ہیں جو اس کی تاویل میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں ہوا ہے کہ صرف یہی عبارت اُن (حضرت قدس سرہ) سے واقع ہوئی ہو تاکہ اس کی تاویل کریں اور ظاہر سے اس کو دوسری طرف لے جائیں اگرچہ وہ تاویل کے قابل نہ ہو، اس عبارت عالیہ کا صدور (کچھ) معاملات کی خبر دینا اور (چند) مقدمات پر مبنی ہے ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

[ایک آرام و راحت کی رات ہو اور چاندنی خوب چھٹکی ہوئی ہو تاکہ میں تجھ سے ہر طرح کی گفتگو کروں]

جبکہ حضرت خواجہ (قدس سرہ) اس طرح فرمائیں اور اس مقام میں ہو تو آنجناب ان کی متابعت کے زیادہ حقدار ہیں، آپ اگرچہ مغلوب حال ہوں پیر کی تقلید کو ترک نہ کریں۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "عقلی و نقلی دلائل اس معرفت کی تائید کرتے ہیں" ——— جو نقلی دلائل اس بارے میں لوگ لاتے ہیں ان میں سے اکثر متشابہات کی قسم سے ہیں کہ وہ لازمی طور پر ظاہر سے دوسری طرف پھیرے ہوئے اور تاویل کئے گئے ہیں اور دلائل عقلیہ اقناعیات (قانع اور قائل کر دینے والے ہونے) کے سوا جن میں کہ کلام کی اور کیا چیز ہوں گے محقق دوانی (علامہ جلال الدین) رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ طریقِ عقل سے ماوراء ہے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ طریقِ عقل کے علاوہ ایک اور طریقہ ہے کہ جس طریقہ میں مکاشفہ و مشاہدہ کے طریق پر چند چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں کہ عقل ان کے ادراک سے عاجز ہے جس طرح کہ حواس معقولات کے ادراک سے جو کہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں عاجز ہیں اور اس طریقہ میں یہ ثابت ہو چکا ہے

۴۱۶ کہ حقیقتِ وجود جو کہ عینِ واجب الوجود ہے نہ کلی ہے نہ جزئی الخ۔"

اور یہ جو حکماء نے کہا ہے کہ معدوم موجود اور موجود معدوم نہیں ہوتا اور ان دونوں مقدموں میں بدیہی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ناقابلِ تسلیم ہے اور بدیہی ہونے کا دعویٰ ناقابلِ سماعت ہے کیونکہ (یہ) وہم کا حکم ہے بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی قدرت کا انکار ہے، اگر وہ (اللہ تعالیٰ) معدوم کو موجود کر دے اور عالم کو کسی چیز کے بغیر پیدا فرما دے یا سب کو معدوم اور لاشئے بنا دے تو اس کی قدرت سے کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے یہ مقدمہ عالم کے قدیم ہونے کی طرف لے جانے والا ہے کہ جس کا قائل ہونا کفر ہے کیونکہ (تمام) اہلِ مذاہب کا اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ محدث (غیر قدیم) ہے، اور یہ آیۂ کریمہ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا (کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ ہم نے ابتداً اس کو پیدا کیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں تھا) کے بھی مخالف ہے (علامہ) بیضاوی (رحمہ اللہ) نے اپنی تفسیر میں کہا ہے بلکہ وہ عدمِ محض تھا، اور نیز اس سے صانع مختار (اللہ) تعالیٰ شانہٗ کا معطل (بیکار) ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان لوگوں کے طریق پر اس سبحانہ وتعالیٰ کی صنعت معدوم کی ایجاد نہیں کرتی اور موجود کو ایجاد کرنا خود محال اور تحصیلِ حاصل ہے، اور دوسرے مقدمہ (یعنی موجود معدوم نہیں بنتا) کے مطابق موجوداتِ ممکنہ کو بقا میں بھی صانع کا محتاج نہیں ہونا چاہئے بلکہ (چاہئے کہ) وہ تعالیٰ شانہ اشیا کے فنا کرنے پر (بھی) قادر نہ ہو۔ اور نیز اعراضِ غیر قارہ (ایک حالت پر قائم نہ رہنے والے اعراض) میں کہ جن کا حدوث بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے اور ان کا فنا ہونا بھی مشاہدہ میں آتا رہتا ہے یہ لوگ کیا کہیں گے۔ اس بات کا قائل ہونا حقیقت میں صانع مختار (اللہ تعالیٰ) کی نفی کرنا ہے، تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا [اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے] اور صفات کا (ذات پر) زائد نہ ہونا بھی ناقابلِ تسلیم ہے کیونکہ اہلِ سنت کے مسلّمہ عقیدے کے خلاف ہے۔ صاحبِ تعرف صفات کے بارے میں کہ وہ لا ھو ولا غیرہ ہیں [نہ وہ ذات ہیں اور نہ غیر ذات ہیں] صوفیہ کا اجماع بیان کرتا ہے، اور یہ بات مان لینے کی صورت میں اُن (صفات) کے بالمقابل اعلام کو تمیز کرنے کے لئے تمیزِ علمی کافی ہے۔ اور زیادتی وجود کے بارے میں کلام آنجناب (آپ) کے اُس مکتوب کے جواب میں جو کہ بہت سے مسائل پر مشتمل ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن چونکہ اس جگہ بھی بات آ گئی ہے تو کچھ مختصراً لکھا جاتا ہے۔

میرے مکرم! جب یقین کا طالب جو کہ فطرتِ سلیمہ رکھتا ہو اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے اور (اپنی) درست سمجھ کے ساتھ صحیح طور پر غور کرے تو معلوم کر لے گا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے موجود ہونے کے لئے اپنی ذاتِ مقدس کے علاوہ کسی اور کا محتاج ہو اور فی نفسہٖ (اپنی ذات میں)

ہستی سے خالی اور وجود کی احتیاج رکھتا ہو اور نیز وہ شخص معلوم کرلے گا کہ اُس تعالیٰ شانہ کی حقیقت و ماہیت عین وجود ہستی نہیں ہوتی ہے کیونکہ ہستی جو کہ فی نفسہٖ مصادر و احداث (جس سے دوسری چیزیں نکلیں اور جو نئی پیدا ہونے والی ہوں) سے ہے اس کو غیر کی جانب عدم احتیاج کے واسطے باری تعالیٰ کی حقیقت جاننا اور اس پر اصطلاح باندھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور جو ذات کہ خارج میں وجودِ حقیقی کے ساتھ موجود ہے کیا ضرورت ہے کہ ہم اس پر ایسے لفظ کا اطلاق کریں جو کہ اس معنی کا لغوی مفہوم ہو غیر کے ۲۱۷
ساتھ قائم ہو اور عوارض سے ہو اور معقولاتِ ثانویہ سے ہو اور اس کے باوجود شرع اس کے اطلاق کے ساتھ وارد نہ ہوئی ہو صوفیہ کرام جبکہ تمام نسبتوں اور اعتبارات کی اُس بارگاہِ قدس سے نفی کرتے ہیں تو ان کی ایک جماعت وجود کی بھی نفی کیوں نہیں کرتی اور وجود کی نفی سے عدم کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا کہ وہ بھی ایک نسبت ہے اور وہ سبحانہٗ وتعالیٰ نسبتوں اور اعتبارات سے ماوراء ہے اور عینیتِ وجود سے ان بزرگواروں کی مراد اس معنی میں وجود کی نفی نہیں ہے کہ وہ تعالیٰ شانہٗ خود بخود ہے اور وجود ایک تعبیر سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اکابر حق سبحانہٗ کی حقیقت کو وجودِ مطلق جانتے ہیں اس سے وجود کی نفی کی کیا صورت ہے کیونکہ کسی چیز کی اس کی اپنی ذات سے نفی کرنا محال ہے پس حق یہ ہے کہ وجود کے علاوہ اس کی ایک حقیقت اور ایک ذات ہے اور وہ بنفسہٖ اپنے موجود ہونے میں وجود کے عارض ہونے سے بے نیاز ہے بلکہ وہ ایک ایسی شان کے ساتھ ہے کہ یہ عارض ہونا وہاں نہیں پہنچتا اور وہ خود بخود موجود ہے غیر کا محتاج ہونے کی نفی کرنے کے لئے کیا ضروری ہے کہ ہم اس کو عینِ وجود کہیں وجود سے برتر کیوں نہ کہیں اور (لفظ) وجود کے اطلاق (استعمال) کی اس بارگاہِ قدس میں اجازت نہ دیں اور عادت اللہ (اس طرح) جاری ہے کہ جو کچھ عالمِ حقیقت میں ہے اس کا نمونہ اور مثال عالمِ مجاز میں ظاہر کرتا ہے تاکہ وہاں سے حقیقت کی طرف قدم بڑھائیں اور چونکہ اُس ذاتِ مقدس کے لئے ایک خاصیت ہے کہ وہ خود بخود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ اور وجود کو اس کا نمونہ بنایا کہ اگر موجود ہو تو خود موجود ہو نہ کہ وجود کے ساتھ، المجاز قنطرة الحقيقة [مجاز حقیقت کا پل ہے]۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ذاتِ مقدس خود بخود موجود ہے یہ محض تعبیر ہے نہ یہ کہ وہاں اس کے ساتھ قائم ایک وجود ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، اور یہ جو شیخ امان نے کہا ہے کہ "حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے اور اس کے علاوہ سوائے عدم کے اور کچھ نہیں ہے، عدم اشیاء کا مبدأ اور ان کی اصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے حقیقت کا بدل جانا لازم آتا ہے اس لئے وجود کا ہونا لازمی ہے اور وہ متجزی (اجزاء ہونے والا) نہیں ہے اس لئے تمثیل کے ساتھ ہوگا۔" (اس قول میں) چند وجوہ کی بنا پر بحث کی گئی ہے: اوّل یہ کہ

وجود کو حق سبحانہ کی حقیقت کہنا اہلِ سنت وجماعت شکر اللہ سعیھم کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
دوسرے یہ کہ صفاتِ واجبی جل سلطانہ اہلِ سنت کے طریقہ پر ذاتِ تعالیٰ وتقدس پر زائد ہیں پس اس بنا پر
یہ کہنا کہ اس کے علاوہ عدم کے سوا اور کچھ نہیں ہے" درست نہیں آتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس تقدیر
پر صفات مبدأ ہوں۔ تیسرے یہ کہ قلبِ حقیقت (حقیقت کا بدل جانا) اسوقت ہوگا جبکہ عدم وجود
ہو جائے لیکن اگر موجود ہو جائے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ علما نے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور کوئی
قلبِ حقیقت نہیں ہے۔ چوتھے یہ کہ قلبِ حقیقت اس وقت ہوگی جب عدم موجود ہو جائے لیکن اگر
عدم موجود نما ہو جائے تو قلبِ حقیقت نہیں ہوگی۔ پانچویں یہ کہ لفظ مبدأ جو اس عبارت میں واقع ہوا ہے
اس کا محمل مادہ وہیولیٰ ہے اس لئے اس (لفظ) نے اس (تعالیٰ شانہٗ) کو تجزی وتمثیل میں منحصر کر دیا، حق ف۱۳
جل وعلا کو ممکنات کا مادہ وہیولیٰ کہنا نہایت ہی بری بات ہے، اور مبدأ بمعنی موجد ذاتِ حق سبحانہٗ ہے
اور ایجاد میں تجزی وتمثیل کی ضرورت نہیں ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ پ۱۴ ع۹
[بیشک جب ہم کسی چیز کا ارادہ کریں تو اس کیلئے ہمارا کہنا یہی ہوتا ہے کہ کہتے ہیں . . . . ہو جا تو وہ (فوراً) ہو جاتی ہے] ۔
چھٹے یہ کہ ذاتِ حق کو عدم کے مقابل کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا، وہ وجود دوسرا ہے کہ جس کے مقابل میں
عدم ہے کہ وہ کون وحصول (ہست ہونا اور پیدا ہونا) کے معنی میں ہے۔ ساتویں یہ کہ وجود عدم کی
نقیض (ضد) نہیں ہے کہ عدم کی نفی کرنے سے وجود لازم آئے بلکہ ان دونوں کے درمیان تضاد کی نسبت
ہے والضدان یرتفعان [اور دو ضدیں مرتفع ہو سکتی ہیں]۔ کسی عارف نے کہا ہے: فوق عالم الوجود
عالم الملک الودود [عالمِ وجود کے اوپر ملک الودود (خدا) کا عالم ہے]۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اعدام اضافیہ علم میں
حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے کیونکہ اس سے قطعِ نظر کرتے ہوئے کہ جب علمِ حضوری
ہوگا اعدام کا حصول نہیں ہوگا کہ وہ اصول ہو جائیں۔ یہ اعدام علم میں کہاں سے آئے کیونکہ
وہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا (اور کچھ) نہیں ہوتا یہ کامل طور پر ساقط ہے اول اسلئے کہ علمِ واجبی
کو علمِ حضوری کہیں یا اس کا غیر، اعدام اضافیہ سے اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کرنا اس تعالیٰ شانہٗ
کے لئے اُن اعدام سے جہل کو ثابت کرنا ہے تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً [اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے
بلند وبالا تر ہے]۔ دوسرے اسلئے کہ ہم نہیں مانتے کہ معلوم من وجہ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہے کیونکہ ہم بلا شبہ
اعدام متمانزہ (متضادہ) کو جانتے ہیں اگرچہ وہ ثبوت نہ رکھتے ہوں۔ تیسرے اس لئے کہ اعدام متمانزہ کا
کسی بھی لحاظ سے ثابت نہ ہونا نا قابلِ تسلیم اور محلِ نظر ہے۔
حضرت شیخ صدر الدین قونوی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ "شیئیت (شے ہونا) دو طرح پر ہے

شیئیت ثبوتی و وجودی۔ شیئیت وجودی، شئی کا مراتب میں سے کسی مرتبہ اور عوالم میں سے کسی عالم میں اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے اور شیئیت ثبوتی شئے کا علم میں ثابت ہونا ہے نہ کہ خارج میں، اور یہ شیئیت بنانے والے کے بنانے سے بنائی نہیں گئی ہے پس معدوم مطلق مطلقاً (کسی اعتبار سے بھی) شئی نہیں ہے نہ ثبوت کے اعتبار سے اور نہ وجود کے اعتبار سے لیکن معدوم ممکن کے لئے وجودِ عینی سے پہلے شیئیت ثبوتی ہے اور (وہ) امرِ کُن سے اسی شیئیت کے ساتھ مخاطب ہوتا ہے اور امر قبول کرتا ہے اور خارجی وجود میں آجاتا ہے۔" اور کسی دوسری جگہ حضرتِ شیخ (قدس سرہ) نے فرمایا کہ "علمِ واجب کا معدوماتِ ممکنہ کے ساتھ وجودِ خارجی سے پہلے متحقق ہونا حقیقت میں معدوم کے ساتھ تعلق نہیں ہے کیونکہ تمام لامتناہی ممکنات ام الکتاب میں ہیں اور قلمِ اعلیٰ جو کہ روحِ قدسی اور عقلِ کل ہے اس کے بعض کا مجمل ہے اور محو و اثبات کی لوح (لوحِ محفوظ) جو کہ نفسِ کل ہے اس مجمل کا مفصل ہے۔ محقق دوانی (جلال الدین) رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "عدم بھی وجودِ حقیقی کے مظاہر میں سے ہے۔" چنانچہ امام حجۃ الاسلام (امام غزالی رحمۃ اللہ) کسی رسالہ میں فرماتے ہیں کہ "تمام کائنات کی اصل فنا ہے پس فنا پر بھی ایجاد کے ساتھ رحمت کی گئی ہے کیونکہ ۲۱۹
فنا اصل میں موجود نہیں تھی، وجودِ فنا کا پہلا درجہ فنا کا پیدا کرنا ہے کیونکہ کائنات کی فنا قدیم نہیں ہے، فنا اصل میں خود فانی تھی جب اس کو موجود کیا گیا تو فنا کا نام اس پر صادق آیا۔ اگر ہم کائنات کی فنا کو قدیم جانیں تو باری سبحانہ وتعالیٰ کی صفتِ قِدم کے ساتھ شریک کرنے والے ہوں گے۔ پس صحیح بات یہ ہوئی کہ فنا قدیم نہیں ہے بلکہ فنا مُحدَث (نئی پیدا شدہ ہے) پس فنا جو کہ کائنات کی اصل ہے اپنی فنا میں مُحدَث ہے قدیم نہیں ہے اور خاک جو کہ جماد کی اصل ہے اور اپنے جماد و مواد (مادّہ) ہونے میں مُحدَث ہے قدیم نہیں ہے، اہلِ سنت کے قول المعدوم لیس بشیئ [معدوم کوئی چیز نہیں ہے] کے یہی معنی ہیں۔ امام الاسلام (امام غزالی رحمۃ اللہ) کا قول یہاں تک ہے۔" چوتھے اسلئے کہ بظاہر یہ کلام متناقض (متضاد) ہے کیونکہ اول جس جگہ یہ کہا ہے کہ "اعدام اضافیہ جو کہ علم میں حصول رکھتے ہیں یہ بھی اشیاء کے اصول نہیں ہو سکتے۔" تو اس قول میں اعدام کے حصول کو علم میں مسلم رکھا ہے اور پھر اس کی نفی کی ہے، پہلے علمِ حضوری کے اثبات کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ کہ معلوم من وجہٍ ثابت ہونے کے سوا نہیں ہوتا۔ پانچویں اسلئے کہ صوفیۂ کرام اعیانِ ثابتہ کو اعدام اضافیہ کہتے ہیں اور ممکنات کے حقائق تصور کرتے ہیں اور یہ جو اس کے بعد لکھا ہوا ہے کہ معلومات کی اصل تو ظاہر ہو گئی کہ علم بلکہ عالم ہے لیکن اعدام کی کونسی اصل ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ اعدام کا منشاء (اصل) کمالاتِ الٰہی ہیں جو کہ بالاتفاق علم میں تمیز رکھتے ہیں اس مقام میں کس کو اختلاف ہے، ہذا (یہ بات تو یہاں ختم ہوئی)۔ اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ

"بندگی کی حقیقت اس کے ساتھ گرفتاری اور اس کے غیر سے گذر جانا ہے جو چیز بھی ہو خواہ دنیا ہو یا آخرت" بیشک اسی طرح ہے لیکن سچا اور جھوٹا اس معنی کا دعوی کرنے میں شریک ہیں ان ہر دو فریق کے درمیان انصاف کے ساتھ فرق کرنے والا امر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسندیدہ سنتوں کے ساتھ مزین ہونا ہے۔ اُس (اللہ سبحانہ وتعالی) کے ساتھ کمال گرفتاری اور اس کے غیر کو چھوڑنے کی علامت کامل طریق پر سنت کی پیروی اور بدعت سے پرہیز کرنا ہے جس قدر وہ زیادہ ہوگا یہ بھی زیادہ ہوگا ورنہ اُس گرفتاری (تعلق) کو پسند نہیں کرتے اور اس ترک (چھوڑنے) کو عین گرفتاری شمار کرتے ہیں۔

میرے مکرم! آپ نے جو اعتراضات کہ حضرت خواجۂ بزرگ (خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ) کے کلام پر کئے ہیں اگرچہ وہ تمام اعتراضات سندِ خصم پر کلام ہیں جو کہ مدفوع (دفع کئے ہوئے) ہیں اس کے باوجود بطریق تنزل (نیچے کے درجہ پر اُترآنے کے طریق پر) ہم کہتے ہیں کہ چونکہ خطرات و وساوس کا عود (لوٹ آنا) علم کے عود کے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا کیونکہ نسیان کے وقت خطرات و وساوس نہیں ہوتے، اس بنا پر کلام کی بنا اشیاء کے علم اور اشیا کے نسیان پر رکھی گئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تلازم ہے، اس تعلق کی وجہ سے کہ اس (مخلوق) کا وجود اور تمام صفات اس سبحانہ وتعالی کی واضح قدرت کا اثر ہیں مخلوق سے خالق کی ۴۲۰
طرف ایک کشادہ راستہ ہے کہ مؤثر حقیقی تک وصول کے بعد قوی بصیرت والوں پر وہ پوشیدہ راستہ اور وہ معنوی تعلق محسوس وظاہر ہو جاتا ہے رہنمائی میں اتحاد کی کیا ضرورت ہے دھوئیں کو آگ کے ساتھ کیا اتحاد ہے جس جماعت نے کہ نسبت کو درست کر لیا ہے اور محبت کو کمال تک پہنچایا ہے وہ لوگ محبوب کے ادنی سے تعلق کے ساتھ کھنچ جاتے ہیں اور کسی چیز کے ساتھ اس سے عاجز نہیں رہ جاتے اور تمام اشیاء کو مذکورہ تعلق کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں اس صورت میں کوئی چیز عارف کو اپنی طرف نہیں بلاتی بلکہ اپنے ماوراء کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نظر بصیرت عارف کو اپنے سے باہر ڈالتی ہے اتحاد کی صورت کے برخلاف کہ اس میں سالک بیچارہ کو ہر چیز اپنی طرف بلاتی ہے اور اپنی گرفتاری کی طرف رہنمائی کرتی اور اپنے آپ کو محبوبیت کے عنوان کے ساتھ ظاہر کرتی ہے اور ہر بد شکل اور دیو (بھوت) معشوق کے ناز و انداز کے ساتھ سامنے آتا ہے اور سدِ سکندری بن جاتا ہے ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

[پری نے اپنا چہرہ چھپا لیا اور دیو کرشمہ و ناز میں مصروف ہے عقل حیرت سے جل گئی کہ یہ کیا بوالعجبی ہے]

اور نیز اگر ممکنات میں وجود اور تمام کمالات اس مرتبۂ مقدسہ کے ظلال ہوں تو ظل سے اصل کی طرف شاہراہ ہے ظل کے لئے اصل کا عین ہونا ممنوع ہے اور اس فقیر نے عارف کے علم کو جو کہ کمال کے بعد اشیاء

تعلق رکھتا ہے کمالِ حضوری نہیں لکھا ہے علمِ حصولی کی نفی سے علمِ حضوری لازم نہیں آتا کیونکہ حق سبحانہ کا علم جو کہ اشیاء سے متعلق ہے حضوری وحصولی سے ماوراء ہے محض انکشافی ہے جو کہ حصولِ صورت کے بغیر معلوم کی تمیز کا سبب ہے اور موجوداتِ علمی اس معنی سے ہیں کہ علم ان کی تمیز کا باعث ہوا ہے اشیاء جس جگہ بھی ہوں اس سبحانہ وتعالیٰ پر منکشف ہیں، اشیاء کے ساتھ علمِ واجب تعالیٰ کو علمِ حضوری یا علمِ حصولی کہنا شاید اہلِ توحیدِ وجودی کے طریق پر درست آتا ہے اور عارف کا علم کمال کے بعد اسی طریق پر ہو جاتا ہے اور اشیاء جس جگہ بھی ہوں عارف کے نفس میں اُن کی صورتوں کے حصول اور تاثر کے بغیر عارف پر منکشف ہو جاتی ہیں، یہ علمِ حصولی اور حضوری کے علاوہ ہے اگرچہ محدود عقل کے گرفتار اس کا یقین نہ رکھیں اور قبول نہ کریں کہ یہ لوگ بحث سے خارج ہیں، اس قسم کے امور ذوقی اور وجدانی ہیں الزامی نہیں ہیں، اس معرفت کا نادر ہونا اسی وجہ سے ہے کہ (یہ) علمِ حضوری نہیں ہوتا اور صورت کے حصول سے آزاد وفارغ ہے۔ من لم یذق لم یدر [جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا]۔

میرے مخدوم! نماز کو تجلیات ومشاہدات سے بہتر کہنا اس اعتبار سے ہے کہ کامل یقین سے معلوم ہو گیا ہے کہ مطلوب ان تجلیات ومشاہدات سے وراء الوراء ہے ان کے ساتھ گرفتاری ظلال کے ساتھ ۴۲۱
گرفتاری ہے بلکہ شبہ ومثال کے ساتھ (گرفتاری) ہے جو کہ حقیقت میں غیرِ مطلوب ہے اور تمام اشیاء کو مطلوب کا عین ہونے کا حکم لگانا سُکر کی وجہ سے ہے، نماز ہی ہے جو کہ مطلوب کی خبر دیتی ہے اور اُس بے نشان کا کچھ نشان رکھتی ہے، جو قُرب کہ اس کی ادائیگی کے وقت (ہوتا) ہے اس کے باہر نہیں ہے، حدیثِ نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ میں آیا ہے کہ نماز میں اُس حجاب کو جو کہ بندہ اور خدا کے درمیان ہے اٹھا دیا جاتا ہے اسی لئے اس کو معراج فرمایا ہے پس جس قدر کوشش اس (نماز) کی تکمیل میں کی جائے یہ اُس نسبت کی تکمیل میں کوشش ہے کہ یہ تجلیات ومشاہدات جس کی گرد کو نہیں پہنچے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ [یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے]۔ اس معاملۂ نماز کا کمال قُربِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہے کہ اکثر اربابِ ولایت کا ہاتھ اس بلند وبالا درخت سے کوتاہ ہے، انھیں تمام ورق پلٹ دینا چاہیے تاکہ معاملہ اس سے اُس تک پہنچ جائے اُس کا قُرب جُدا ہے اور اُس کے علوم واسرار علیحدہ ہیں، اس (قربِ نبوت) تک پہنچنے کا راستہ اس راستہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا (وہ) ایک شاہراہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات والبرکات اور اُن کے اصحابِ کرامؓ نیز اس اُمت کے خال خال افراد اس راستے سے مطلوب تک پہنچے ہیں، ہو سکتا ہے کہ ہمارے خواجہ حضرت قطب العرفاء

(خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ) نے اسی راہ کی نشاندہی فرمائی ہے، اس جگہ جہاں انھوں نے فرمایا ہے کہ شاہراہ اور ہی ہے اگرچہ جائز ہے بلکہ واقع ہے کہ ولایت کی راہ سے کوئی شخص اس بلند چوٹی پر پہنچ جائے

بوصلش تا رسم صد بار ازپا افگند شوقم — کہ نوپروازم و شاخ بلندے آشیاں دارم

[اس کے وصل کو پہنچنے تک میرا شوق مجھ کو سو بار پاؤں سے گراتا ہے کیونکہ میں نیا اڑنے والا ہوں اور ایک بلند شاخ پر آشیاں رکھتا ہوں]

نماز کو اس صورت پر مقصور (محدود) نہیں جاننا چاہئے، (یہ) عالمِ غیب الغیب میں ایک حقیقت رکھتی ہے جو کہ تمام حقیقتوں سے اوپر ہے جب تک اس حقیقت کو نہ پہنچے اور اس (حقیقت) کے اہل کے ساتھ آشنا نہ ہو جائے نماز کے کمال سے کیا پائے گا، شاید حدیث قدسی قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جا پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز میں ہے] میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہو۔ نماز ایک دلربا معشوق ہے گویا اس کی صورتِ زیبا کو عالمِ مجاز میں ان مخصوص ارکان کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور اس کی خوبصورتی کی اداؤں کو اس خشوع و آداب کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے جو شخص کہ اس صورت کے ساتھ گرفتار اور فریفتہ نہ ہو وہ ان ارکان کی حقیقت کو کیا پائے گا (اور) جو شخص کہ ان اداؤں کا والہ و شیفتہ نہ ہو جائے وہ اس خشوع و طمانیت کا کیا ادراک کرے گا، مختصر یہ ہے کہ اس کی لطافتیں اس سے کہیں زیادہ بلند ہیں کہ اس فضول گو کی زبان پر جاری ہوں اور اس کی خوبیاں اس سے کہیں برتر ہیں کہ اس بوالہوس کا قلم اس کی ترجمانی کا خیال کرے لیکن اس دولتِ عظمیٰ کے اہلِ حضرات کے ۴۲
پاکیزہ انفاس سے بہت امیدیں اور ان کی محبت و خدمت کی برکت سے بہت بشارتیں رکھتا ہوں ؎

چکد مشک تر از دستم گر آں گیسو بچنگ افتد — دمد صبح از گریبانم گر آں مہ در کنار آید

[اگر وہ گیسو میرے پنجے میں آجائیں تو میرے ہاتھ تر مشک ٹپکنے لگے، اگر وہ محبوب میری آغوش میں آجائے تو میرے گریبان سے صبح طلوع ہو جائے] سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الصّٰفّٰت ۳۷/۱۸۰
[تیرا رب جو کہ عزت والا رب ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے] آپ بزرگوار کی عام شفقتوں سے امید ہے کہ اس کے بعد گفتگو کے دروازے کو اس فرقت زدہ گنہگار پر بند کر دیں گے اور چھوڑ دیں گے کہ نامرادی کے گوشے میں اپنے گناہوں کا ماتم اور جدائی کا غم رکھتا رہے، والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

مکتوب ۲۳۱

حقائق و معارف آگاہ مخدوم زادہ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکاشفہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ عالی حضرت متعالی منقبت ہمارے حضرتِ عالی (مجدد الفِ ثانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز فجر کے حلقہ میں بیٹھا تھا ایک قسم کی خاص فنا ظاہر ہوئی اور جو تعین کہ میں رکھتا تھا زائل ہونے لگا اور اس مشاہدہ نے طول کھینچا یہاں تک کہ میں اسی روز کی نمازِ عصر میں بیٹھا تھا میں نے دیکھا کہ امام ہمام حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام شاگردوں کے ساتھ بلکہ اُن تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ جو کہ اُن کے مذہب میں ہیں میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھے گھیر لیا، اور حضرت امام (رضی اللہ عنہ) کے بعض اساتذہ مثلاً حضرت ابراہیم نخعی (رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہ بھی اس وقت نظر آ رہے تھے، میں دیکھتا ہوں کہ گویا ان سب کے انوار مجھ میں آ گئے اور میں نے اُن انوار کے ساتھ تعین اور بقا پائی اور پوری طرح ان اکابر کے انوار کے ساتھ متجسم ہو گیا۔ یہ مکاشفہ تو یہاں ختم ہوا۔ اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جیسا تعین و بقا علمائے حنفیہ کے ساتھ ہوا تھا اُسی قسم کا تعین و بقا علمائے شافعیہ کے ساتھ بھی متحقق ہوا چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام شافعی (رضی اللہ عنہ) اپنے مذہب کے تمام علماء و مجتہدین کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں محسوس ہوا کہ علمائے حنفیہ مجھ سے باہر آ گئے اس وقت میں علمائے شافعیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا جیسا کہ پہلے علمائے حنفیہ کے انوار کے ساتھ متحقق ہوا تھا، اس کے بعد مشہود ہوا کہ جو کچھ مجھ سے چلا گیا تھا یعنی انوارِ حنفیہ پھر مجھ میں عود کر آیا، اس وقت میں ان دونوں فریق میں سے ہر ایک کے انوار کے ساتھ متحقق ہو گیا، اس لحاظ سے اگر حضرت عالی (قدس سرہ) کو حنفی الشافعی کہیں تو گنجائش ہے۔ فرماتے تھے کہ اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ حق ان دونوں اماموں سے باہر نہیں ہے اگر حنفی سے کسی جگہ حق رہ گیا ہے تو امام شافعی نے لے لیا ہے اور امام شافعیؒ سے آگے نہیں بڑھا ہے، اس معنی کو کمال مبالغہ کے ساتھ فرماتے تھے اور نیز فرماتے تھے کہ حق سے دو تہائی یا تین چوتھائی حق امام اعظم کے ساتھ مسلم ہے اور ایک تہائی یا ایک چوتھائی امام شافعی کے ساتھ ہے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکتوب ۲۳۲

میر شمس الدین علی خلخالی کے نام کمالات فنائے نفس کی تحقیق میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہم بے سروسامانوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی حقیقت کے ساتھ آراستہ کرکے اس وہمی خلعت کو کہ جس کی طرف التفات و توجہ کرنا اُس (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندوں کے نزدیک شرک ہے اور وہ ہمارے نفس سے کنایہ ہے جو کہ مطلوب کے لئے حجاب و پردہ ہوگیا ہے بلکہ اپنے آپ کو مطلوب اور معبود ہونا کہتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے انت الغمامۃ علیٰ شمسك فاعرف حقیقتك [تو اپنے سورج پر بادل ہے پس تو اپنی حقیقت کو پہچان] پوری طرح ہم سے الگ کردے تاکہ (یہ بات حاصل) ہوجائے کہ مطلوب حقیقی کو اغیار کی مزاحمت (شرکت) کے بغیر مطلوب ہونے کے ساتھ جانا جائے اور پرستش کی جائے اور اس بادل کے ٹکڑے کو جو کہ اپنے آفتاب کے چہرے پر اپنے لئے پردہ ہوگیا ہے درمیان سے اٹھا دے اور آفتاب کے نور کی روشنی کے بالمقابل اس کو محو اور لاشئے کردے کہ ڈھونڈنے والا اس کا کوئی نام و نشان نہ پائے اور کلمہ أنا (میں) کے لئے کوئی مورد (وارد ہونے کی جگہ) نہ رہے، اس معنی میں نہیں کہ اس وقت میں اپنے آپ کو عین مولا تصور کرے بلکہ اپنے آپ کو درمیان سے نکال لے اور نہ پائے، مولا مولا ہے، غیروں کو دلہن کے چھپرکھٹ سے نکال، دلہن دلہن ہے نہ یہ کہ اغیار کو عین دلہن تصور کرے اور اغیار کے مشاہدہ کے ساتھ دلہن کے جمال کے مشاہدہ سے محروم و عاجز رہ جائے، اور جب اللہ تعالیٰ بندہ کو اس قسم کی فنا کے ساتھ جو کہ اس راستہ کا پہلا قدم ہے مشرف کرتا ہے اور بندہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا [اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو دیدو] کے حکم کے مطابق امانات کو اہلِ پ۵ ۵۸
امانات کے سپرد کردیتا ہے یعنی عارضی کمالات کو مالکِ کمالات کے حوالہ کردیتا ہے اور عدم مقید کو جو کہ ان کا آئینہ تھا عدم مطلق کے سپرد کردیتا ہے اگرچہ یہ انعکاس و عاریت کی دید بھی فقط وہمی ہونے کے اعتبار سے ہے کیونکہ حقیقت میں کوئی کمال بھی اس بارگاہ سے الگ نہیں ہوا ہے اور عدم حقیقت میں عدم مطلق سے جدا نہیں ہوا ہے اس جگہ علم کا بدل جانا ہے اور بس کیونکہ اس وہمی انعکاس کے ساتھ جو اپنے آپ کو کامل اور اچھا جانتا تھا، جب اس کی نظر اپنی اصل پر پڑی ۳۴۹
اور اچھی طرح ملاحظہ کیا تو دیکھا کہ تمام کمالات وہاں ثابت ہیں اس جگہ وہمی دکھاوے اور قدرت کی نقاشی سے زیادہ کچھ نہیں تھا جیسا کہ وہ صورت جو کہ آئینہ میں منعکس ہے چونکہ اپنی اصل کی طرف نظر نہیں رکھتی (اس لئے) وہ جانتی ہے کہ صورت آئینہ کے باہر ہے آئینہ میں کوئی صورت ثابت نہیں ہے اس وقت اس کا کوئی نام و نشان نہیں رہتا کیونکہ ممکن کی حقیقت بھی وہی علم رہی جو کہ حقیقت میں جہل مرکب ہے

ع اے برادر تو ہمیں اندیشۂ [اے بھائی تو یہی وہم و خیال ہے]

پس اس وقت میں آیتِ کریمہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں تو ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کرتے ہیں] کے مطابق اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس کو بارگاہِ قدس میں ایک راستہ دیتے ہیں اور لقاء باللہ و تجلیٔ ذات کے ساتھ جو کہ دوسرا قدم ہے مشرف کرتے ہیں اور جب تک وہ عدم کی آمیزش کے ساتھ آلودہ ہے اس بارگاہ کے قرب کی لیاقت نہیں رکھتا بلکہ جب تک عدم کی کچھ بو اس کی حقیقت کے ساتھ ملی ہوئی ہے اس دولت سے وہ کم نصیب ہے، والسلام علی من اتبع الھدیٰ [اور اس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی]۔

مکتوب ۲۳۳

شیخ عبد الہادی بدایونی کے نام درویشوں کی خدمت اور ان کے ساتھ محبت کی فضیلت میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اشفاق پناہی کے خدمتگاروں کی خدمت میں عرض گذار ہے کہ اس حدود کے فقراء کے احوال حمد کے لائق ہیں المسئول من اللہ سبحانہ سلامتکم واستقامتکم [اللہ تعالیٰ سے آپ کی سلامتی و استقامت مطلوب ہے] مدت ہو گئی کہ آپ نے (اپنے) احوال نیک انجام سے کوئی اطلاع نہیں دی ہے (خدا کرے) اس (اطلاع) سے روکنے والے امور خیر (بھلائی) والے ہوں، یہ کس قدر (عجیب) نعمت ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو بڑھاپے کی عمر اور ضعف کے زمانہ میں دوستوں کی قبولیت کے آثار کے ساتھ آراستہ و مزین کرے اور اس کی پیشانی کے نور کو شاہد عدل بنائے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی فاسق کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے اس نے کہا کہ مجھ کو بخش دیا گیا، سائل نے تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہ) نے نماز عصر کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تھے میں بھی اس دعا میں شریک تھا اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا، اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا گیا۔ پس آپ جیسے بزرگوں پر رشک کرنا چاہیے کہ آپ نے اس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے دوستوں کی دوستی کی خدمت میں (اپنے) کالے بالوں کو سفید کیا ہے اور اپنے لئے اُن کے دل میں جگہ بنائی ہے، اس عظیم القدر امر کو تھوڑا خیال نہ کریں اور کسی عمل
کو اس عظیم اجر والے عمل کے برابر تصور نہ کریں کیونکہ اس عمل کی جزا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے، دوسرے ۴۲۵
اعمال کی جزا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچتی، دوسرے اعمال کا حاصل اس عمل کی حقیقت سے آگاہی کے بغیر

صورت و قشر (چھلکا) سے تجاوز نہیں کرتا، اس عمل کی حقیقت ہے کہ لُب (مغز) کے ساتھ متحقق کر کے لب الالباب (مغزوں کے مغز) تک پہنچاتی ہے اور وہاں سے اوپر کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس امر کی حقیقت ہے جو کہ نفسِ امارہ کو طغیان (حد سے تجاوز کرنا) اور سرکشی سے فرمانبرداری و اطمینان و فنا و بقا کے ساتھ مشرف کرتی ہے اور اس عمل کی حقیقت ہے جو کہ دوسرے اعمال مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ اور حج وغیرہ ظاہری اعمال کو اعمال کی صورت سے اُن کی حقیقت تک لے جاتی ہے، ابتدا میں جو کچھ اُس سے واقع ہوتا ہے وہ اعمال کی صورت ہے اور حقیقتِ کار تک پہنچنے کے بعد اعمال کی حقیقت کو بجا لاتا ہے مثلاً حقیقتِ نماز و حقیقتِ روزہ بجا لاتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ پس اس قسم کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر بجا لانے میں پوری پوری کوشش ملحوظ رکھنی چاہیے اس کے باوجود اپنے آپ کو اس کا حق ادا کرنے میں قاصر سمجھنا چاہیے اور جو کوتاہیاں کہ ان بزرگوں کی صحبت و خدمت کا حق ادا کرنے میں واقع ہوئی ہیں اُن کی تلافی کامل تضرع و زاری کے ساتھ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے کرم سے طلب کرنی چاہیے تاکہ قبولیت کا اثر معلوم ہو جائے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور (ہدایت) کو پورا کر دے اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔] والسلام علیکم وعلیٰ سائر من اتبع الہدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واخوانہ من الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین وسائر الصالحین الصلوات والتسلیمات والبرکات العلیٰ۔ تحریم ۸

مکتوب ۲۳۳

خواجہ محمد کاظم کے نام ان کے والد خواجہ محمد ہاشم کی تعزیت کے بارے میں اور تحصیل کمالات کی طرف اشارہ اور نصائح کے ذکر میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرۃ العینین (آنکھوں کی ٹھنڈک) و مسرۃ الاذنین (کانوں کی مسرت) خواجہ محمد کاظم مع ہمشیرگان و برادران آخر زمانے کی آفات اور شیطان کے مکر سے حضرت حفیظ منان (اللہ تعالیٰ) کی حفظ و امان میں رہ کر صبر و رضا و تسلیم کے مقام میں رہیں، نہیں جانتا کہ کمالات دستگاہی واقف اسرار الٰہی جل شانہ برادر مرحوم کی تعزیت کے بارے میں کیا لکھے اور جدائی کے درد و غم اور اس باطنی معاملات کو کھولنے والے کی ظاہری عدمِ ملاقات کو کس طرح ظاہر کرے اس مسکین کے غمگین دل کو اس سریع السیر اور بلند پرواز خواجہ کے ساتھ طبعی محبت اور عزیزداری کا تعلق رہا ہے اور اسی طرح اس کا عکس بھی (یعنی

حضرت خواجہ کو بھی میرے ساتھ ایسا ہی تعلق رہا ہے چنانچہ اس سے پہلے خواجہ کی زندگی کی حالت میں (بھی) ۴۳۶
خواجہ کی معمولی سی جدائی سے دل مضطرب رہتا تھا اب جبکہ اس قسم کی جدائی واقع ہوئی ہے خیال کرنا چاہئے
کہ کس قسم کا غم وسوز دل پر وارد ہوتا ہوگا ؎

میانِ ما کہ پیراہن بود بار دو عالم درمیاں شد چوں شود کار

[ہمارے درمیان تو پیراہن ہی ایک بار تھا (اب جبکہ) دو جہان درمیان میں (حائل) ہوگئے (تو) کام کس طرح چلے گا]

حق تعالیٰ جلّ سلطانہ کے دوستوں کے غم کو (دوسرے) عام لوگوں کے غم کی طرح نہیں جاننا چاہیے
دوسروں کا غم زمین کے ایک جزو میں ہے اور ان حضرات کا غم تمام زمین و آسمان میں ہے، دوسروں کا غم
بعض جسمانی مخلوق میں ہے اور ان بزرگوں کا غم جسمانی اور روحانی مخلوقات کو شامل ہے، دوسروں کا غم
ظاہر وصورت پر محدود ہے اور ان بزرگوں کا وجود چونکہ فیضِ معنوی اور افاداتِ باطنی کے لئے واسطہ ہے
(اس لئے) ان کا غم ظاہر وباطن پر غلبہ رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس قسم کے افعالِ جمیلِ مطلق
کا فعل ہیں (اس لئے) جمیل ہیں ؎

ہرچہ خوباں کنند خوب آید [جو کچھ محبوب کرتے ہیں وہ محبوب ہوتا ہے]

اور محبت کرنے والوں اور مشاہدہ کرنے والوں کی نظر میں اس کا فعل ہر وقت خوبصورت اور اچھا نظر آنا
چاہیے جس شخص کو یہ دید (نظر) دی گئی ہے اور اپنے دوستوں کے باطن سے فیوض کے دروازے اس پر
کھول دیئے گئے ہیں اور صورت کی قید سے اس کو رہائی دیدی گئی ہے کیونکہ معنی کو معنی کے ساتھ ایک راہ
اور باطن کو باطن کے ساتھ ایک نگاہ ہے جو رکاوٹ کہ تھی وہ صورت وظاہر کے ساتھ اس کی گرفتاری
تھی جب حق جلّ وعلا کا فعل وتکوین جلوہ گر ہوا دل جو کہ گرفتاری (تعلقات وانتسابات) کا محل ہے
گرفتاری سے چھوٹ گیا کیونکہ فنائے قلب جو کہ برزخ اور حقیقتِ جامعہ ہے تجلی فعل سے وابستہ ہے
کیونکہ فعل بھی برزخِ جامعہ ہے قلب کو اس کے ساتھ کامل مناسبت ہے اور اس تجلی فعلی کے ساتھ اس
شخص نے یقین سے جان لیا کہ فیوض وبرکات کا جاری کرنا اس (تعالیٰ شانہ) کا فعل ہے درمیان کے
وجود اور واسطے بہانہ سے زیادہ نہیں ہیں درمیانی واسطہ کی موت وحیات یکساں ہے اس وقت اموات
(مُردوں) سے احیاء (زندوں) کی طرح بہرہ ور ہوتا ہے ؏

گر درے بستہ شد اے دل دیگرے بکشایند [اے دل اگر ایک دروازہ بند ہوا تو کوئی دوسرا کھول دیتے ہیں]

حقیقت میں فیض دینے والی ذات کوئی دوسری ہے اور زندوں کا واسطہ نہیں ہوگا تو مُردوں کا وسیلہ ہوگا اور
جب یہ تجلی کمال کو پہنچ جاتی ہے تو واسطہ کا وجود بالکل نظر سے اٹھ جاتا ہے اور محبوب کے خلوت خانہ

ہیں اغیار کے مشاہدہ کی روک ٹوک کے بغیر جا بیٹھتا ہے۔ ع

بعد ازیں خوشترم بہ تنہائی [اس کے بعد میں تنہائی میں بہت خوش ہوں]

بات دوسری طرف چلی گئی، مطلب یہ ہے کہ اُس (اللہ) تعالیٰ شانہ کے فعل پر راضی اور خوش رہیں اور راہِ شریعت کو مضبوط پکڑیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہوں اور اپنے والد (قدس سرہٗ) کے سنجیدہ عادات و اطوار کو ترک نہ کریں اور پانچوں نمازوں کے لئے اول وقت میں حاضر ہوا کریں اور (اپنی) والدہ (ماجدہ) اور تمام اہلِ حقوق کی رضا جوئی میں کوشش کریں اور جوانی کے زمانہ کو غنیمت جانیں اور حق تعالیٰ جل وعلا کی مرضیات کو حاصل کرنے میں پوری کوشش ملحوظ رکھیں جوانی کی قوتوں کو اپنے مالکِ (حقیقی) کی خدمات (و طاعات) میں صرف کریں، کمزوری اور بڑھاپے کے دنوں میں کیا کام ہو سکے گا ایسا نہ ہو کہ ان دنوں کو سستی میں گذار دیں اور لہو و لعب میں صرف کر دیں اور عیش و عشرت میں پڑ جائیں کیونکہ عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے۔ اللّٰھم ان العیش عیش الاٰخرۃ [اے اللہ بیشک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے] یہ وقت کام کرنے کا وقت ہے نیک کاموں کے کرنے میں اچھی طرح کمرِ ہمت باندھیں اور مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے سوا اور کوئی غرض نہ رکھیں، فقر و مسکینی کو جان و دل سے عزیز رکھیں اور نامرادوں اور دردمندوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں اور درویشوں کو دل و جان کے ساتھ عزیز رکھیں اور ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں، وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا [اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ پابند رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کو محض اس کی رضا جوئی کیلئے یاد کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں] اور اہلِ دنیا اور اس کی جھوٹی آرائش پر گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھیں اور اس کو حقیر و ناچیز جانیں اور زہرِ قاتل تصور کریں اور طالبانِ حق کی خدمت حتی الامکان خود اپنے ذمہ لیں اور جہاں تک ہو سکے دوسروں پر نہ چھوڑیں اگر مرقدِ مطہر (قبر مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) نورنا اللہ سبحانہ بانوارہ السا طعۃ [اللہ سبحانہ ہم کو ان کے بلند و روشن انوار سے منور کرے] کی زیارت کی نیت سے سرہند (شریف) کا سفر کریں تو مبارک جانیں اور اپنا گھر تصور کریں اور کچھ وقت روضہ منورہ کے قرب میں صرف کریں، اور بعض کمالات کا کسب کریں اور اہلِ غفلت اور طریقہ کے مخالف لوگوں سے ہم نشینی نہ رکھیں اور اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک اور بھلائی کریں لیکن ان کے ساتھ کامل نسبت پیدا نہ کریں تاکہ اس بارگاہِ مقدس سے روگردانی کا باعث نہ ہو جائے اور اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا [بیشک وہ اپنے اہل میں خوش و خرم تھا] کی وعید کا مستحق نہ ہو جائے۔ مختصر یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی

مقدس بارگاہ کی طرف دائمی توجہ کے منافی ہے وہ نامبارک ہے اور جو چیز ایسی نہیں ہے وہ محمود و مبارک ہے کلیہ (قاعدہ) یہی ہے دیگر اپنے اور جماعت کے ظاہری و باطنی احوال تحریر کرتے رہیں والسلام علیکم وعلی من لدیکم

مکتوب ۲۳۵

مخدوم زادہ محمد سیف الدین (قدس سرہ) کے نام حق سبحانہ کی نعمت کے بیان کرنے اور اعمال کی کوتاہی کو دیکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے کرم سے اور ص ۴۲۸
اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل اور پیر دستگیر قدسنا اللہ سبحانہ بسرہ الاقدس کی توجہ کی برکت سے سلوک طے کرنے اور تکمیل کا معاملہ نہایت آسان ہو گیا ہے اور وصول (الی اللہ) کا راستہ بہت ہی قریب ہو گیا اور برسوں کا کام دنوں اور مہینوں میں طے ہونا قرار پا گیا اگرچہ مریدوں کی کمیت (تعداد) کے اعتبار سے یہ معاملہ کمی پر ہے (یعنی بہت کم مرید اس کی صلاحیت رکھتے ہیں) کیونکہ یہ وقت اس کی کثرت کی تاب نہیں رکھتا لیکن کیفیت کے اعتبار سے بکثرت اور بہت ہی زیادہ ہے بالواسطہ مریدوں میں سے ایک شخص تعلیم طریقہ کی ابتدا سے سات روز میں اپنے اندر فنائے قلبی کا پتہ دیتا تھا اور ایسی چیزیں بیان کرتا تھا کہ گویا وہ فنائے نفس کے اردگرد پہنچ گیا ہے وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ [اور یہ بات ع ۱۹ / ۲۰
اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے] فقیر کے اکثر صاحب اجازت حضرات اپنے مریدوں کے جو احوال بیان کرتے ہیں اور وصول (الی اللہ) تیزی کے ساتھ ہونے کے واقعات کی وضاحت کرتے ہیں محدود عقل حیران رہ جاتی ہے ؎

اگر پادشہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

[اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آجائے تو اے خواجہ تو حسد نہ کر]

جاننا چاہیے کہ حقیقت میں تربیت کرنے والا وہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ ع

اے ما و شما بہانہ بر ساختہ اند [ہمیں اور تمہیں تو بہانہ بنایا گیا ہے]

تنبیہ: اس قدر انوار کا فیض اور اسرار کا فائدہ پہنچانے کے باوجود اس زخمی دل کا کام روز بروز خرابی میں ہے اور اس کے وقت کا حاصل دوری و محرومی ہے اور غفلت اور گناہوں کے کسب میں اضافہ ہے حیرت کی گہرائی میں نیچے چلا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مکر سے ڈرتا اور کانپتا ہے نہیں جانتا

کہ کل (قیامت کے روز) اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور کس گروہ میں داخل فرماتے ہیں: رَبَّنَا
اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ [اے
ہمارے رب ہمارے گناہ اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی معاف کر دیجیے اور ہمیں ثابت قدم رکھیے اور کافروں کی جماعت پر
ہماری مدد فرمائیے]

مکتوب ۲۳۶

فقیر حقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ کے نام حقیقتِ صلوٰۃ کے اسرار کے ایک رمز کو اجمال کے طور پر بیان
کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا [تو پاک ذات ہے ہمیں اس علم کے سوا جو تونے دیا ہے اور کچھ علم
نہیں ہے] حدیث شریف میں آیا ہے: قف یا محمد فان اللہ یصلی [اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہر جائیے
پس بیشک اللہ تعالیٰ نماز پڑھ رہا ہے]۔ بلند مرتبہ اور اعلیٰ تعریف والے ہمارے حضرتِ عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے آخری مرض سے پہلے اور اسی طرح مرضِ موت میں نماز کے حقائق و اسرار اور حقیقتِ صلوٰۃ کے متعلق اور
انبیا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور اولیائے کاملین (قدس اللہ اسرارہم) کی نماز کے بیان اور اس خصوصیت
کے بارے میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوات والبرکات کو دوسرے کاملین پر ہے اور انبیاء و ملائکہ ملاءِ اعلیٰ
علیہم الصلوات والبرکات کی صفوفِ اربعہ (چاروں صفوں) کے بیان میں جنھوں نے (معراج کے واقعہ میں)
اقتدا کی ہے اور بزرگواروں کے صف باندھنے کی کیفیت اور قرب و منزلت کے اعتبار سے آپس میں ان کے
درمیان درجات کا فرق اور یہ کہ صفِ اول میں ان برگزیدوں میں سے کون ہے اور وہ انبیائے کرام جن کا
ذکر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلام مجید میں مذکور ہے اس مجمع میں کیا خصوصیت رکھتے ہیں اور سرورِ دین و دنیا
(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا خاص مقام جو کہ دوسروں کے مقامات پر سرداری اور بزرگی رکھتا ہے اور
اس مقام کی وسعت کے بیان میں اور (یہ کہ) اس امت کے سابقین میں سے کون ہے جو طفیل و تبعیت کے
کے طور پر اس مقام کے وصول سے مشرف و سعادت مند ہے اور اپنے مقام کا تعین اور اس کی خصوصیت
کا بیان، اور جو کچھ مخدومی استاذی کے متعلق اس دولت سے کچھ حصہ حاصل ہونے کے بارے میں فرمایا
اور نیز جو کچھ اس گنہگار بیکار کے بارے میں بشارت دی اور اس دولت کے اصالت کے طریق پر اور ضمنیت
کے طریق پر حاصل ہونے میں جو کچھ فرق ظاہر فرمایا اور اس سے مناسبت رکھنے والی بہت سی چیزیں
بیان فرمائیں کہ فکر و عقل و وہم ان کے ادراک سے حیران و پریشان ہوتا ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا اکثر امور

کی تفصیل اُن اسرار میں سے تھی جن کا چھپانا لازمی ہے اس بنا پر اس مقام کے ذکر میں اجمال کے ساتھ کفایت کی گئی ہے، والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۳۷

مخدوم زادہ خواجہ محمد نقشبند سلمہ ربہٗ کی خدمت میں حضرت ایشاں سلمہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقامات کی طرف اشارہ کے بیان میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، حضرت پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات کے ایام میں ایک روز فرمایا کہ سابقین کے گروہ میں کہ جن کی شان میں حضرت حق سبحانہ نے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ [ایک گروہ قرونِ اولیٰ کے حضرات میں سے اور تھوڑے آخر زمانہ کے حضرات میں سے] فرمایا ہے" میں نے نظر کی (تو) اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا اور اپنے منتسبین میں سے بھی ایک شخص کو اس مقام میں اپنے ساتھ پایا اور اسی کی مثل متشابہات کے اسرار میں بھی اس مخدوم زادہ (خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز) کے رحلت فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ "متشابہات معاملات سے کنایہ ہیں جائز ہے کہ کسی شخص کو معاملہ حاصل ہو اور وہ اس معاملے کے متعلق علم نہ ہو" اس معنی کو اپنے منتسبین میں سے ایک فرد میں مشاہدہ کیا ہے تو پھر دوسروں کو تو کیا پہنچا ہے، کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۴۳

سعادت ہاست اندر پردہ غیب نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

[پردۂ غیب کے اندر بہت سی سعادتیں ہیں دیکھیے کس کی جیب میں ڈالتے ہیں) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ [سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا بیشک ہمارا رب ضرور غفور و شکور ہے۔) والسّلام

مکتوب ۲۳۸

مخدوم زادہ خواجہ محمد اشرف کی خدمت میں حضرت ایشاں (خواجہ محمد معصوم قدس سرہ صاحبِ مکتوبات شریفہ) کے بارے میں بعض بشارات حاصل ہونے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ حامداً و مصلیاً، ہمارے حضرتِ عالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمیر کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے ایک روز بادشاہِ وقت کے ہمراہ صوبۂ پنجاب میں دریائے چناب کے بالائی کنارے پر ایام تشریق میں (جبکہ خریف (خزاں) کا معتدل موسم تھا) فنا و بقا کے اسرار اور عین واثر کے زائل ہونے کے دقائق اپنے خاص طرز میں بیان فرمارہے تھے اور کعبۂ مقصود تک پہنچنے اور اس کی علامت کے متعلق کلام آپ کی زبانِ مبارک پر جاری تھا اور ایک ماہ سے زیادہ گذر چکا تھا کہ اسی قسم کے معارف بیان ہو رہے تھے اور روز بروز اس کے عجائب و دقائق واضح فرمارہے تھے، یہ فرقت زدہ حضرت عالی کی توجہ مبارک سے اس دریا میں غوطہ زنی کر رہا تھا اور حضرتِ عالی ہمیشہ اس عاجز کے وصال (مقصود تک پہنچنے) کی جانچ پڑتال اور اس کے اظہار کے منتظر رہتے تھے اور اس کی ترقی کی امید رکھتے تھے اور اس پر توجہ فرماتے تھے یہانتک کہ جس وقت میں مذکورہ دقایق بیان فرماتے تھے اور اس فقیر کے سوا کوئی دوسرا شخص خدمتِ شریف میں نہ ہوتا تو اس ناکارہ کے حالات و کیفیات دریافت فرمانے کے بعد اس کے حق میں عنایات ظاہر فرماتے اور مذکورہ بالا معاملات کے حصول کی بشارت فرماتے اور اس کے بارے میں یہ شعر اپنی زبانِ الہام ترجمان پر لاتے ہے

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسید دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

[ایک مسکین چیونٹی خواہش رکھتی تھی کہ کعبہ میں پہنچ جائے وہ کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گئی اور یکایک پہنچ گئی]

حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذلک وعلیٰ جمیع نعمائہٖ تعالیٰ [اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد و شکر ہے] والسلام والاکرام۔

مکتوب ۲۳۹

میرک عباد اللہ ولد قاضی محمد زاہد کابلی کے نام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ سے سُنی ہوئی ایک معرفت کی شرح میں صادر فرمایا۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ اجمعین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں آیا ہے کہ جو عالم اپنے علم کے مقتضا پر عمل نہ کرے وہ علم اس پر حجت ہو جاتا ہے اور اسی کے مناسب وہ ہے جو کہ علما نے کہا ہے کہ وہ اس عالم کو جو کہ عمل کا تارک ہے جاہل کی مانند قرار دیتے ہیں، ہمارے حضرتِ عالی اس معنی میں غور و فکر فرماتے تھے ۲۳۱

"ادارۂ مجددیہ" کی جملہ مطبوعات

- اثبات النبوۃ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- انوارِ معصومیہ :- حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی جامع سوانح مع اذکارِ معصومیہ اور حسنات الحرمین۔
- تہلیلیہ :- (عربی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- حضرت مجدد الف ثانیؒ :- حضرت مجددؒ کی جامع اور مفصل سوانح۔
- حیاتِ سعیدیہ :- حضرت خواجہ محمد سعید احمد پوریؒ کی جامع سوانح۔
- ریڈیو تقاریر :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جملہ ریڈیائی دینی و اخلاقی تقاریر۔
- زبدۃ الفقہ : خلاصہ عمدۃ الفقہ، حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارہ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔
- طریقۂ حج اور دعائیں مع حج کا مختصر بیان اور حج کی دعاؤں کا مفصل مجموعہ مع اردو ترجمہ
- عمدۃ السلوک :- تصوف پر جامع کتاب جو متعدد بار شائع ہو کر مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔
- عمدۃ الفقہ : فقہ پر بہت جامع کتاب۔ حصہ اول کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ۔ حصہ دوم کتاب الصلوٰۃ۔ حصہ سوم کتاب الزکوٰۃ و کتاب الصوم۔ حصہ چہارم کتاب الحج۔
- گلدستۂ عربی۔ عربی سیکھنے کے لئے بہترین رسالہ۔
- گلدستۂ مناجات : عربی فارسی اور اردو مناجات کا بہترین رسالہ۔
- مبدأ و معاد :- حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ (فارسی مع اردو ترجمہ)۔
- معارفِ لدنیہ :- (فارسی مع اردو ترجمہ) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مشہور رسالہ۔
- معجم القرآن :- لغات القرآن پر بہترین کتاب۔ الفاظِ قرآن ترجمہ اور حوالہ جات۔
- مقاماتِ زواریہ :- حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحبؒ کی جامع سوانح۔
- مکتوباتِ معصومیہ : حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مکتوبات ہر سہ دفتر کا اردو ترجمہ
- ہدایت الطالبین :- فارسی مع اردو ترجمہ

ملنے کا پتہ : ادارۂ مجددیہ : ۲/۵۔ ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی ۱۸